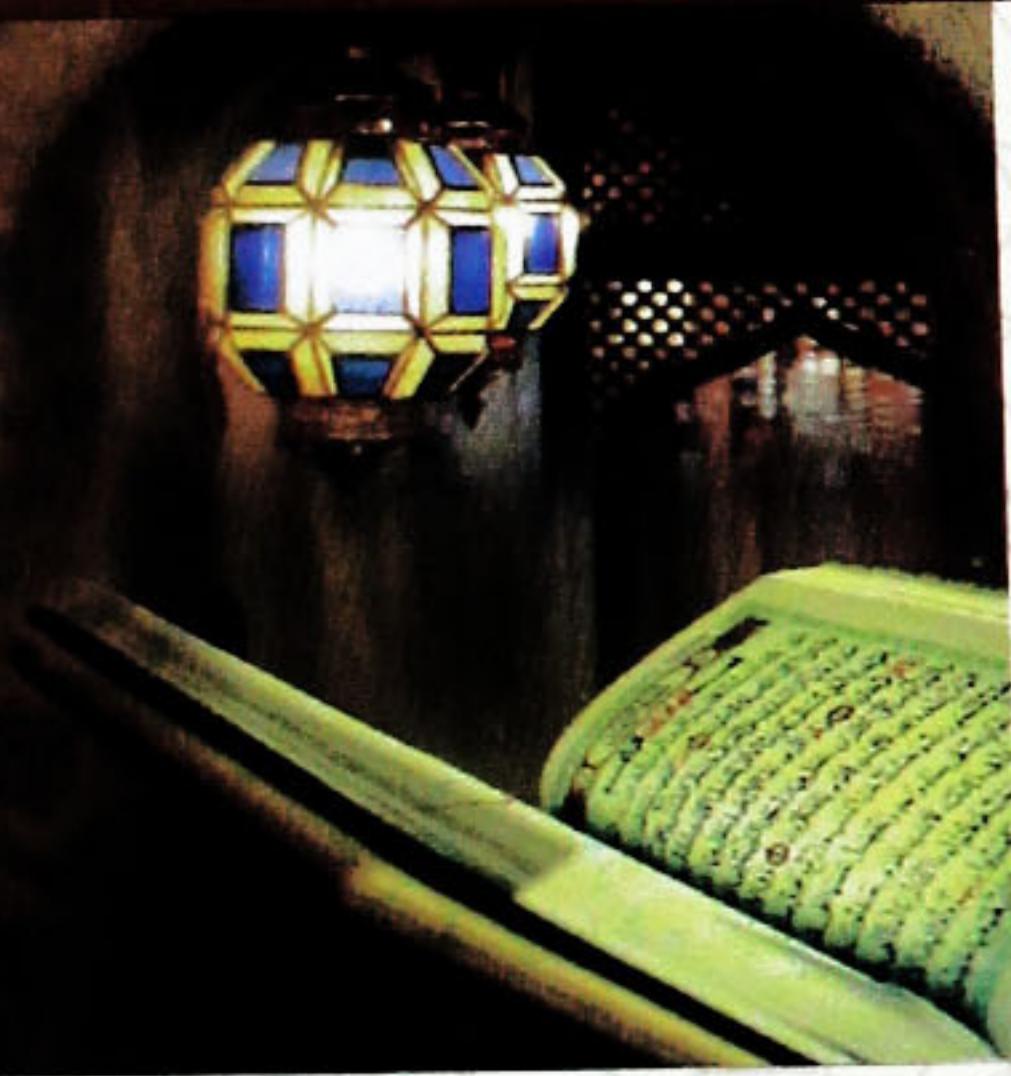


# امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

## حیات اور کارنامے

ولادت ۸۰ھ - وفات ۱۵۰ھ



تالیف

حضرت مولانا محمد عبد الرحمن صاحب مظاہری

استاذ حدیث و تفسیر بانی مجلس علمیہ حیدرآباد انڈیا

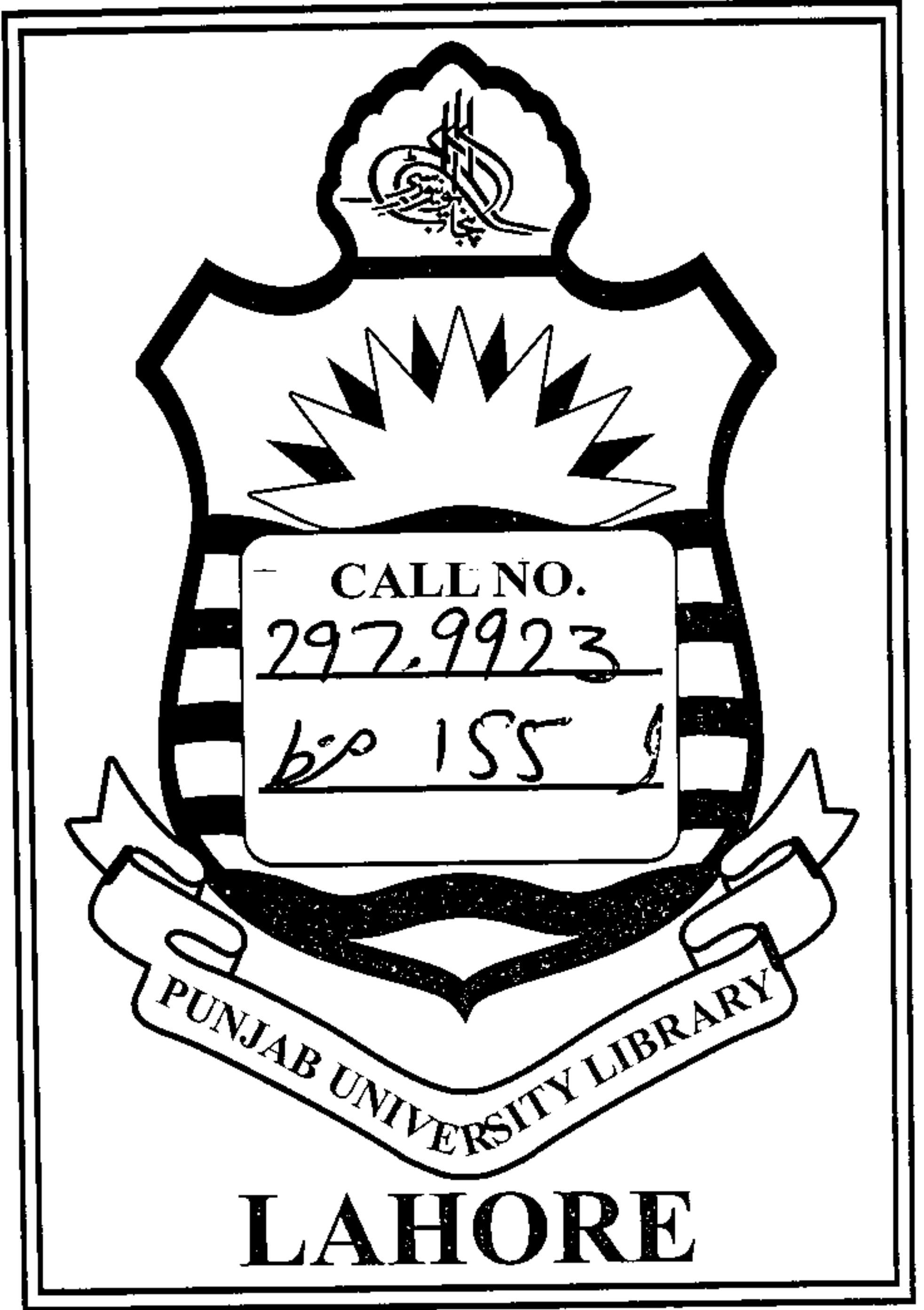
خلیفہ مجاز محی السنہ الشاہ

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب

ناشر

دارالعلوم اسلامیہ

کراچہ - لاہور



۱۲

رحمۃ اللہ علیہ

# امام اعظم ابوحنیفہ

## حیات اور کارنامے

ولادت ۸۰ھ — وفات ۱۵۰ھ

تالیف

از حضرت مولانا محمد عبدالرحمن صاحب مظاہری

استاذ حدیث و تفسیر، بانی مجلس علمیہ حیدرآباد، انڈیا

خلیفہ مجاز محی السنۃ الشاہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب

---

ناشر

دولرہ اسلامیا

کراچی - لاہور

..... ﴿ جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں ﴾ .....

297.9923  
155  
141801  
س

کتاب کا نام : امام اعظم ابوحنیفہؒ حیات و کارنامے  
نام مؤلف : حضرت مولانا محمد عبدالرحمن صاحب  
کمپوزنگ : فرید الاسلام  
ناشر : ادارہ اسلامیات کراچی لاہور

..... ﴿ طلب فرمائیے ﴾ .....

ادارہ اسلامیات موہن روڈ، چوک اردو بازار، کراچی، فون: ۰۲۱/۳۲۷۲۴۴۳۰۱  
ادارہ اسلامیات ۱۹۰، انارکلی، لاہور، پاکستان فون: ۰۴۲/۳۷۲۲۳۹۹۱-۳۷۵۳۲۵۵  
ادارہ اسلامیات دینا ناتھ مینشن مال روڈ، لاہور، فون: ۰۴۲/۳۷۳۲۲۷۸۵-۳۷۳۲۲۲۱۲

..... ﴿ ملنے کے پتے ﴾ .....

بیت العلوم : ۲۶ ناٹھ روڈ لاہور  
ادارہ المعارف : ڈاک خانہ دارالعلوم کراچی ۱۴  
مکتبہ معارف القرآن : ڈاک خانہ جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴  
مکتبہ دارالعلوم : جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴  
دارالاشاعت : ایم اے جناح روڈ کراچی نمبر ۱  
بیت القرآن : اردو بازار، کراچی نمبر ۱  
بیت الکتب : نزد اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی  
ادارہ تالیفات اشرفیہ : بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر  
ادارہ تالیفات اشرفیہ : جامع مسجد تھانیوالی ہارون آباد بہاولنگر

## فہرست مضامین

۷	..... چند تمہیدی باتیں
۱۳	..... (ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابتؒ)
۱۳	..... دور صحابہؓ
۱۶	..... سن رشد و تعلیم
۲۰	..... امام ابوحنیفہؒ اپنے ہم زمانہ محدثین کی نظر میں
۲۵	..... امام ابوحنیفہؒ کی حیات میں احادیث کی کتابیں
۲۶	..... کتب حدیث پر ایک جامع تبصرہ
۲۷	..... امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ
۳۱	..... امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور ان کا تعارف
۴۱	..... امام ابوحنیفہؒ اور منصب حدیث
۴۳	..... فقہ اسلامی کی تدوین
۴۶	..... فقہ امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں
۴۷	..... کتب ظاہر الروایہ
۵۰	..... راویوں پر تنقید کی حقیقت
۵۲	..... فقہ حنفی کی مختصر تاریخ
۵۶	..... فقہ حنفی کا ذخیرہ
۵۷	..... فقہ حنفی اور قرآن و حدیث
۶۷	..... مسائل شرعیہ میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف

صلی اللہ علیہ وسلم

۲۵۵/۲

- ۷۰ ..... امام ابوحنیفہؒ کی ایک اساسی فکر
- ۷۲ ..... رائے و قیاس کی حیثیت
- ۷۲ ..... امام ابوحنیفہؒ کے ترک قیاس کی چند مثالیں
- ۷۴ ..... فقہ اسلامی کے راہ نما اصول
- ۷۸ ..... امام ابوحنیفہؒ کی مجلس علمی کے ارکان
- ۷۹ ..... امام ابوحنیفہؒ کی تصنیفات
- ۸۷ ..... کتاب الآثار کا تعارف
- ۹۱ ..... امام طحاویؒ کی فکری تبدیلی
- ۹۱ ..... امام ابوحنیفہؒ کی حاضر جوابی
- ۹۶ ..... اخلاق و عادات
- ۹۷ ..... صبر و تحمل
- ۱۰۰ ..... امام ابوحنیفہؒ کی ذہانت و بیداری
- ۱۰۱ ..... ایک ناکام سازش
- ۱۰۱ ..... ظریفانہ لطیفہ
- ۱۰۱ ..... عجیب و غریب مناظرہ
- ۱۰۳ ..... وہ اصحاب رسول ﷺ جن سے امام ابوحنیفہؒ نے ملاقات کی اور احادیث نقل کیں
- ۱۰۳ ..... امام ابوحنیفہؒ کا اصحاب رسول ﷺ سے نقل حدیث
- ۱۰۴ ..... امام ابوحنیفہؒ کا تابعین کرام سے نقل حدیث
- ۱۰۵ ..... امام ابوحنیفہؒ کا تبع تابعین سے نقل حدیث
- ۱۰۶ ..... امام ابوحنیفہؒ کا اصحاب رسول ﷺ سے نقل کردہ احادیث کا اردو ترجمہ
- ۱۰۷ ..... امام ابوحنیفہؒ کا تابعین کرام سے نقل کردہ احادیث کا اردو ترجمہ
- ۱۰۸ ..... امام ابوحنیفہؒ کا تبع تابعین سے نقل کردہ احادیث کا اردو ترجمہ
- ۱۱۰ ..... سفر آخرت

## ابوالحسن علی الحسنی الندوی

بعد حمد و صلوة :-

مولانا محمد عبدالرحمن بن احمد شریف صاحب حیدرآبادی سے میں بخوبی واقف ہوں، مولانا علوم دینی و اسلامی کے فاضل ہیں، جنوبی ہند کے دینی و علمی حلقوں میں آپ کی بیش بہا خدمات رہی ہیں، مولانا نے ہندوستان کے مختلف علمی اداروں سے استفادہ کیا ہے، آخر میں مدرسہ مظاہر علوم ضلع سہارن پور (یوپی) سے علوم دینیہ کی تکمیل کی اور اصول دین و علم شریعت میں اعلیٰ سندیں حاصل کیں، تحصیل علم کے بعد جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں تقریباً سترہ سال درس و تدریس کی خدمات انجام دی ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا موصوف نے عامۃ المسلمین کی تعلیم و تربیت کی جانب بھی خصوصی توجہ دی اس سلسلے میں اہل علم حضرات کے لئے ”مجلس علمیہ“ کی تاسیس کی جس کا دینی و علمی حلقوں میں اثر رہا ہے۔

چونکہ مولانا توحید و سنت کے داعی و علمبردار تھے اپنے شہر میں اہل بدعت کی مخالفتوں سے دوچار ہو گئے، اسی سال موصوف نے فریضہ حج ادا کیا اور ان کی خواہش ہے کہ کچھ عرصہ ان ہی مقامات مقدسہ میں رہ کر علمی و دینی خدمات انجام دیں چنانچہ انہیں اس مقصد کے حصول کے لئے تعاون کی ضرورت ہے۔ مجھے اس بات سے خوشی ہوگی کہ مولانا کے مقصد کی تکمیل ہو، اس بارے میں جو بھی ان کے ساتھ معاونت کریں میں ان کا شکر گزار ہوں گا۔

والسلام

کتبہ الفقیر الی اللہ  
ابوالحسن علی الحسنی الندوی  
مکتہ المکرمہ

۱/ صفر ۱۳۹۸ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

PHONE (2244 2914)

TEL. 1 RABVA

Abul Hasan Ali Nadwi

DARULULOOM NAOWATULULAMA  
LUCKNOW-22601 (INDIA)

ابوالحسن علی احسنی ندوی

مفتی العلاما۔ لاکھنؤ۔ الہند

تصنیف مکتبہ اہل سنت والجماعة

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خاتم المرسلين سيدنا محمد وعلى آله وصحبه  
وآلہٖٓ طیبہٖٓ اجمعین۔ الشیخ عبد الرحمن بن احمد شرفی الخیر آبادی الہندی، اہل  
رحل ماضی فی العلوم الدینیة وقد مارس نشاطاً حسناً فی المجالس العلمیة والدینیة بمختلف المہتمات  
بعد ان درس فی دور فنیة عالیة متملقة فی الہند واکمل دراستہ فی المہتمة السانیة نظام العلوم  
الترقیة فی ساریہ والاشادات عالیة من غیر ما فی المہتمات الدینیة وشرعیة واستغل  
سہولتہ التدریس فی المہتمة النظامیة الواقعة فی حیدرآباد حیدرآباد الہند لمدة ترمو علی  
عشر سنوات

والإضافة إلى ذلك اهتم بشؤون الدعوة والتربية فأسس وأدار مجامعاً إسلامياً  
لنقل العلم، كان له أثرٌ حسنٌ في المجال الديني، وقد تعرض بسبب لسياسة أهل البدع  
مكرهة راجعة إلى العقيدة الصحيحة والسنة السنية، وقد حج في عدة مناسبات ودية  
في قضاء مدة من الوقت في هذه المہتمة منتفلاً بما ياسبه من عمل علی اوردی  
مہتمی حاجة الازیاعہ فی تحصیل هذه البعیة، ولہم فی ذلك ان یحقق مہتمی  
در الہند ثاملاً هذا وأتوں شاکراً لمن ساعدہ فی هذا، وعلی غنہ کتب لہذا التقدیر

کتبہ الفقیر الی اللہ  
ابوالحسن علی احسنی ندوی

۲۰/۱۲/۱۹۹۱  
مكة المكرمة



## چند تمہیدی باتیں

جیسا کہ آپ جانتے ہیں امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ (۱) اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت میں ہوئی جس کا انتقال ۸۶ھ میں ہوا۔ امام صاحب کی عمر اس وقت چھ سال تھی۔

اس کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا، دس سال حکمرانی کے بعد ۹۶ھ میں اس نے بھی کوچ کیا پھر اس کے انتقال کے بعد اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک جانشین بنا، تین سال کی حکمرانی کے بعد ۹۹ھ میں یہ بھی رخصت ہوا۔ غفرلہم اللہ عزوجل۔

سلیمان بن عبدالملک اگرچہ اپنے پیش رو حکمرانوں سے کچھ مختلف نہ تھا تاہم علم دوست، مردم شناس، انصاف پسند انسان تھا۔ اپنی وفات سے چند دن پہلے اپنے چچا زاد بھائی عمر بن عبدالعزیز بن مروان کو اپنا جانشین قرار دے دیا۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کا یہ ایسا زریں انتخاب تھا جس کو تاریخ اسلام تیرہ سو سال گزر جانے کے باوجود آج بھی نہایت درخشاں و نادر کارنامہ شمار کرتی ہے۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا دورِ خلافت اگرچہ نہایت مختصر رہا تاہم ان کی حکمرانی میں خلافت راشدہ کا شرعی نظام لوٹ آیا اور رعایا میں ان کا لقب خلیفہ خامس (پانچواں خلیفہ) قرار پایا۔

یہ پانچویں خلافت بھی زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی صرف ڈھائی سال بعد قضا و قدر کے ہاتھوں نے اس خلافت کا بھی فیصلہ کر دیا۔ ۱۰۱ھ میں یہ عظیم و مدبر خلیفہ بھی اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ وہ دن ہے اور آج ۱۴۳۰ھ خلافت راشدہ کا ایسا آخری روشن ستارہ روئے زمین پر دوبارہ طلوع نہ ہوا۔ قالی اللہ الممشکی۔ اللهم اسکنہ الجنة الجنة الفردوس نعیم مقیم۔

(۱) عام اور مشہور روایت تو یہی ہے البتہ ایک اور روایت کے یہ بھی بیان کی گئی ہے۔

خلیفہ خامس عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں امام ابوحنیفہؒ کی عمر شریف اکیس (۲۱) سال تھی اور یہ دوران کی تحصیل علم کا زمانہ تھا۔ اسی زمانے میں احادیث رسول ﷺ کا صحیح و کامل ذخیرہ جمع ہو چکا تھا۔ مرحوم خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے وقت کے دو عظیم المرتبت محدث ابو بکر بن حزم المتوفی ۱۲۰ھ اور ابن شہاب زہری المتوفی ۱۲۵ھ کو پابند کر دیا تھا کہ جلد از جلد احادیث رسول ﷺ کو کتابی شکل میں جمع کر لیا جائے جو منتشر حالت میں زبانوں اور سینوں میں محفوظ چلی آرہی تھیں۔

مرحوم خلیفہ نے یہ بھی خیال ظاہر کیا تھا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں علماء کی وفات کے ساتھ غیر محفوظ احادیث بھی گم نہ ہو جائیں۔ چنانچہ احادیث صحیحہ کا پورا ذخیرہ کمال احتیاط کے ساتھ مرتب ہو گیا، ائمہ مجتہدین میں امام ابوحنیفہؒ وہ پہلے مجتہد ہیں جنہوں نے اس عظیم ذخیرہ احادیث کو علم فقہ کے لئے اختیار کیا۔ عمدۃ القاری شرح بخاری (ج: ۱ صفحہ ۵۲۶) پر علامہ عینیؒ لکھتے ہیں۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے اصرار پر اس وقت تدوین حدیث نہ ہوئی ہوتی تو آج اہل اسلام کے پاس احادیث رسول ﷺ کا عظیم ذخیرہ موجود نہ ہوتا تو امت مسلمہ اسوۂ نبی کی تلاش میں متفرق ہو جاتی اور صراط مستقیم گم ہو جاتا۔ فلک الحمد یاربنا۔  
امام ابوحنیفہؒ کو ایسا خالص و بھرپور علمی ماحول ملا جو بہت کم علماء کا نصیبہ ہوا کرتا ہے۔  
فلله الحمد .

انہیں شیوخ و اکابرین کی حیات طیبہ میں امام ابوحنیفہؒ نے علم و حکمت کا بھرپور حصہ پایا۔ اپنے اساتذہ کرام میں امام حمادؒ سے جو مشہور محدث ابراہیم نخعیؒ کے خصوصی شاگرد اور حضرت عبداللہ بن مسعودؒ کی روایات کے محافظ اور امین تسلیم کئے جاتے تھے۔ مسلسل بیس سال تک استفادہ کیا۔ امام حمادؒ کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا اس وقت امام ابوحنیفہؒ کی عمر چالیس سال تھی اور آپ کو ان کی شاگردی اختیار کئے اٹھارہ سال ہو چکے تھے، اہل علم نے امام حمادؒ کی جانشینی کے لئے امام ابوحنیفہؒ کا انتخاب کیا۔

اس طرح امام ابوحنیفہؒ نے امام حمادؒ کے بعد مسند حدیث و فقہ کو وہ عظمت و شان دی جس پر بارہ سو سال گزر جانے کے باوجود آج بھی اہل سنت و الجماعت کا ۲/۳ حصہ عمل پیرا ہے۔ فقہ حنفی کا یہ خصوصی امتیاز ہے جو اور کسی فقہ کو میسر نہ آیا۔ علاوہ ازیں سابقہ اسلامی حکومتوں کا اسی (۸۰) فیصد قانون عدالت و فوجداری فقہ حنفی رہا ہے اور آج بھی بیشتر اسلامی ممالک کا قانون عدالت فقہ حنفی پر قائم ہے۔ اللہم زد فزاد

مذکورہ بالا تحقیقی حقائق اس لئے پیش کئے گئے ہیں کہ بعض حالیہ اسکالروں اور بے علم کم علم سلفیوں کو فقہ حنفی پر اجنبیت بلکہ وحشت و بیزاری کا مرض لاحق ہو گیا ہے ان کی اصلاح کے لئے ایک مخلصانہ سعی کی گئی۔ مزید چند نکات بھی پیش ہیں۔

(اول) فقہ حنفی کی تدوین اس دور کا کارنامہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خیر القرون) قرار دیا ہے۔ (کائنات ارضی کا سب سے بہترین زمانہ)

(دوم) دور صحابہؓ، دور تابعینؒ، دور تبع تابعینؒ کا یہی زمانہ تھا جس میں امام ابوحنیفہؒ نے زندگی بسر کی۔

(سوم) کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل حفاظت و اشاعت بھی اسی دور میں ہوئی ہے۔

(چہارم) احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی دور میں کتابی شکل دی گئی (۱)۔

یہ ایسی خصوصیات ہیں جو کسی اور فقہ کو میسر نہ آئیں۔

اسی طرح احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولین کتابیں بھی فقہ حنفی کو میسر آئیں۔ ان میں چند کتابوں کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ یہ ذہن نشین رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ ہے اور وفات ۱۵۰ھ ہے۔

(۱) صحیفہ ابو بکر بنی حزم المتوفی ۱۲۰ھ

(۲) صحیفہ ابن شہاب زہری المتوفی ۱۲۵ھ

(۱) اس دور کے محدثین کا تعارف ہماری کتاب ”اکیس جلیل القدر تابعین“ (سیرت تابعین) کا مطالعہ کیجئے۔

گزشتہ چند سالوں سے دہلی، لاہور، کراچی کے کتب خانوں سے شائع ہو رہی ہے۔

- (۳) مسند ابن جریج مکی المتوفی ۱۵۰ھ  
 (۴) مسند ابن اسحاق لصحیح المتوفی ۱۵۱ھ  
 (۵) مسند عبدالرحمن بن عمر والاوزاعی المتوفی ۱۵۷ھ  
 (۶) مسند سفیان ثوری المتوفی ۱۶۷ھ۔ کوفہ  
 (۷) مسند حماد بن سلمہ المتوفی ۱۶۷ھ۔ بصرہ  
 (۸) مسند ربیع بن صبیح المتوفی ۱۶۰ھ۔ بغداد  
 (۹) مسند سعید بن ابی عروبہ المتوفی ۱۵۶ھ  
 (۱۰) صحیفہ ہمام بن منبہ المتوفی ۱۰۱ھ  
 (۱۱) صحیفہ وہب بن منبہ ۱۱۰ھ

اس دور میں ایسی احادیث کو (سنن) کا نام دیا جاتا تھا جیسا کہ آج بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کتابوں کی ساری احادیث امام ابوحنیفہؒ کو صرف دو واسطوں (تابعی، صحابی) سے ملیں ہیں۔ ایسی روایات، احادیث رسول ﷺ کی اعلیٰ ترین قسم شمار کی جاتی ہیں۔ جن کو احادیث ثنائی کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ مبارک دور تھا جس میں اسماء الرجال کا علم وجود میں نہ آیا تھا اور نہ اس کی ضرورت تھی کیونکہ حدیث رسول ﷺ بیان کرنے والے صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؓ، یا پھر تبع تابعین حضرات تھے جو تمام اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق ہدایت یافتہ، امانت و دیانت، تقویٰ و طہارت والے مؤمن تھے جیسا کہ قرآن حکیم و احادیث رسول ﷺ میں آیا ہے۔ سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۰ مطالعہ کیجئے۔

والسابقون الاولون من المهاجرین ..... الخ۔

ترجمہ: اور جو مهاجرین اور انصار ایمان لانے میں مقدم ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی پیروی کی (تابعین حضرات) اخلاص کے ساتھ، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا اور وہ بھی اللہ سے راضی ہو گئے، ان کے لئے اللہ نے جنتیں بنا رکھی ہیں جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

آیت مذکورہ میں اصحاب رسول ﷺ اور تابعین کرام کی شان و عظمت کو جس بلوغ  
عنوان میں بیان کیا گیا ہے ملت کے کسی بھی طبقہ کو یہ عنوان نصیب نہ ہوا۔

امام ابوحنیفہؒ کو علم فقہ کے لئے ایسے ہی حضرات کی احادیث صحیحہ ملی ہیں۔ **فَلله الحمد**  
رہی احادیث کی دیگر کتابیں جو مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ ہیں جیسے بخاری شریف  
مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی، مسند ابن حبان، مسند احمد  
بن حنبلؒ وغیرہ یہ ساری کتابیں امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے سو (۱۰۰) پون سو سال بعد وجود  
میں آئیں ہیں۔

اس حقیقت کے بعد یہ بچکانہ خیال کہ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ حنفی، موجودہ کتب حدیث  
سے مطابقت نہیں رکھتی؟ بے علمی یا بدفہمی نہیں تو اور کیا ہے؟ کتاب اب بعد میں آتی ہے صاحب  
کتاب (مؤلف) پہلے آتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی حیات میں ایک بھی تو ایسا محدث نہ تھا جو مذکورہ کتب صحاح ستہ کا  
مصنف ہو، تو پھر ان کی کتابیں کیسے وجود میں آئیں گی؟ اور فقہ حنفی کے دلائل ان کتابوں میں  
کہاں ملیں گے؟

امام ابوحنیفہؒ کی وفات ۱۵۰ھ امام بخاریؒ کی وفات ۲۵۶ھ، یہی سن امام مسلمؒ کی  
وفات کا ہے، امام ترمذیؒ کی وفات ۲۷۹ھ، امام ابوداؤدؒ کی وفات ۲۷۵ھ، امام نسائیؒ کی  
وفات ۳۰۳ھ، امام ابن ماجہؒ کی وفات ۲۷۵ھ، امام شافعیؒ کی وفات ۲۰۴ھ اور امام احمد بن  
حنبلؒ کی وفات ۲۴۱ھ ہے۔

یہ سارے محدثین امام ابوحنیفہؒ کے سو (۱۰۰) پون سو سال بعد وجود میں آئے ہیں اور  
ان کی کتابیں بھی اسی لحاظ سے سو (۱۰۰) پون سو سال بعد مرتب ہوئیں ہیں۔

لہذا ایسی صورت میں ترجیح ان احادیث کو دی جائے گی جو امام ابوحنیفہؒ اور ان کے  
اساتذہ و شیوخ کرام کو ملیں ہیں نہ کہ ان احادیث کو جو سو (۱۰۰) سال بعد امام بخاریؒ، امام  
مسلمؒ، اور ان کے دیگر ہم عصر محدثین کو ملیں ہیں۔

سوسال پہلے جن روایات کا مقام تھا (صحابہ و تابعین) کے دور کی احادیث وہ ہر اس روایت سے محفوظ، مضبوط اور قوی ہونگی جو سوسال بعد چار چھ راویوں کی وساطت سے ملی ہوں۔ اس لحاظ سے امام ابو حنیفہؒ کو جو احادیث ملی ہیں وہ اصح الاسبانید ہونے کے علاوہ احادیث صحیحہ، مرفوعہ، مشہورہ، متواترہ کا مقام رکھتی ہیں۔

قارئین کرام کے پیش نظر یہ بات بھی رہے کہ بخاری شریف کو حدیث کی دیگر کتابوں پر جن وجوہات سے فضیلت حاصل ہے ان میں ایک وجہ حدیث ثلاثیات کا وجود ہے۔

یعنی بخاری شریف میں حدیث ثلاثیات موجود ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اقسام حدیث میں ایک قسم ”حدیث ثلاثی“ کی ہے جو احادیث میں اعلیٰ و اشرف قسم شمار کی جاتی ہے، ثلاثی اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں رسول اکرم ﷺ تک صرف تین راوی ہوں۔ عام طور پر محدثین کے چار تا چھ راوی ہوا کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ اپنی کتاب بخاری شریف میں بائیس (۲۲) ثلاثیات لائے ہیں۔ یہ ایک ایسی ندرت و فضیلت ہے جو دوسری کتابوں میں نہیں ملتی (۱) اس لحاظ سے بخاری شریف کی عظمت و شان دیگر کتب حدیث سے کچھ اونچی ہو جاتی ہے۔ کتاب کی اس شان و آن کے باوجود ان بائیس (۲۲) ثلاثیات میں امام بخاریؒ بیس (۲۰) ثلاثیات امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد سے نقل کرتے ہیں۔ گویا امام بخاریؒ امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں شمار ہو جاتے ہیں، یہاں طبقہ محدثین میں امام ابو حنیفہؒ کی شان و آن انفرادیت سے بھی کچھ آگے ہو جاتی ہے۔ فلله الحمد

علاوہ ازیں ایک نکتہ یہ بھی پیش نظر رہے کہ کتاب بخاری شریف اپنی ثلاثیات کے باعث دیگر کتب حدیث میں ممتاز و منفرد ہو گئی یہ ایک حقیقت ہے ٹھیک اسی طرح وہ احادیث (جن سے فقہ حنفی مرتب ہوئی) تین چار راوی نہیں صرف دو ایک راوی سے امام ابو حنیفہؒ کو ملی ہیں۔ تفصیل کے لئے جامع المسانید، کتاب الآثار، مسند ابو حنیفہؒ، مؤطا امام محمدؒ، الفقہ الاکبر، کتاب الآثار امام محمدؒ، کتاب الآثار امام ابو یوسفؒ مطالعہ کیجئے۔ (ابوزہرہ مصری، ص: ۱۹۲) امام ابو حنیفہؒ کی تمام روایات ثلاثیات سے بھی ایک درجہ اعلیٰ و اشرف ہو جاتی ہیں۔

(۱) البتہ مسلم شریف میں تین ثلاثیات، ترمذی شریف میں ایک ثلاثی حدیث پائی جاتی ہے۔

اس لحاظ سے امام صاحبؒ کی روایات کو ثنائیات (دوراویوں والی حدیث) کہا جاتا ہے جس میں تابعیؒ اور صحابیؒ ہی راوی ہوا کرتے ہیں اور وہ احادیث کی اعلیٰ ترین قسم شمار کی جاتی ہیں۔ والحمد لله رب العالمین

### (ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ)

آپ کا اسم گرامی نعمان، کنیت ابوحنیفہؒ، لقب امام اعظم، والد بزرگ کا اسم گرامی ثابت بن زوطی۔ امام ابوحنیفہؒ کے ایک پوتے اسماعیل کہتے ہیں ہم لوگ نسلًا ملک فارس کے ہیں ہمارے دادا حضرت ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ ہمارے دادا کے والد حضرت ثابتؒ اپنے بچپن میں سیدنا علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، سیدنا علیؑ نے ہمارے خاندان کے لئے خیر و برکت کی دعا کی جو بعد میں حرفاً حرفاً پوری ہوئی۔

### دورِ صحابہؓ

امام ابوحنیفہؒ مروانی خلیفہ عبدالملک بن مروان المتوفی ۸۶ھ کے دورِ حکومت میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ آخری زمانہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کے جمالِ مبارک سے جن خوش نصیب حضرات کی آنکھیں منور تھیں ان میں سے خاص طور پر یہ اصحاب بقید حیات تھے۔  
حضرت انس بن مالکؓ المتوفی ۹۳ھ، حضرت سہل بن سعدؓ المتوفی ۹۱ھ، حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہؓ المتوفی ۱۱۰ھ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ المتوفی ۱۰۰ھ، حضرت عبداللہ بن حارثؓ المتوفی ۱۰۰ھ۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ سے جو فن حدیث میں امام شمار کئے جاتے ہیں فتویٰ لیا گیا (کیا امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں؟) جواب دیا کہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں کئی ایک صحابیؒ تھے جن سے ابوحنیفہؒ نے ملاقات کی ہے۔

مشہور اسلامی مؤرخ ابن سعدؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔ ان کے علاوہ اور دیگر صحابہ کرام مختلف شہروں میں موجود تھے، امام ابوحنیفہؒ

کا دور طبقہ تابعین میں شمار ہوتا ہے۔ اس میں کسی بھی اختلاف کی گنجائش نہیں لیکن جن لوگوں کو امام ابوحنیفہؒ سے کورانہ عداوت و کدورت ہے وہ ایسی بے پرواہ جھوٹی تاریخی روایات سے لطف اندوز ہوتے ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کو اس مقدس طبقہ سے جدا کرتی ہوں۔ یہ لوگ تاریخی حقیقت سے آنکھ بند کر لیتے ہیں۔ خسر الدنیا والآخرۃ

اگر کسی مؤرخ یا کسی عالم نے یہ لکھا بھی ہو کہ امام ابوحنیفہؒ نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا، یہ اس کی اپنی رائے ہے جب کہ ملت کے مستند و مشہور ائمہ و اہل تحقیق نے پورے اعتماد کے ساتھ اس کی تردید بھی کی ہے تو پھر ایسے خواب و خیال کا کیا وزن ہو سکتا ہے؟

طبقات ابن سعدؒ کی مذکورہ بالا روایت جس کا حوالہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے دیا ہے اس قدر مضبوط و مستند ہے کہ اکثر محدثین جن میں خطیب بغدادیؒ، علامہ سمعانیؒ مصنف کتاب الانساب، علامہ نوویؒ، علامہ ذہبیؒ، علامہ زین العابدین سخاویؒ، علامہ ابوالحسن دمشقیؒ نے آخری فیصلہ دیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔

(عقود الجمان، ص ۵۰، تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۲۶ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

امام ابن عبدالبرؒ نے یہ سند متصل ابو جعفر محمد بن عمروؒ اور عبداللہ بن جعفر رازیؒ اور محمد بن سماعہؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی شاگرد امام ابو یوسفؒ کی روایت نقل کی ہے۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خود امام ابوحنیفہؒ سے سنا، فرماتے تھے کہ ۹۳ھ میں اپنے والد کے ہمراہ حج کے لئے مکہ المکرمہ گیا تھا اس وقت میری عمر سولہ ۱۶ سال تھی حج کے بعد مکہ المکرمہ میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جن کے اطراف (۱) انسانوں کا ہجوم تھا میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ میرے والد نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی عبداللہ بن حارث بن جزءؒ ہیں (جن کی وفات ۹۹ھ میں ہوئی) ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث ہیں جن کو انہوں نے آپ سے سنا ہے۔ میں نے اپنے والد سے عرض کیا مجھ کو وہاں لے چلئے میں وہ احادیث سننا چاہتا ہوں چنانچہ میں نے وہ احادیث سنی جن کو آپ بیان کر رہے تھے ان میں یہ حدیث بھی تھی۔

(۱) امام ابوحنیفہؒ کی دوسری تاریخ پیدائش ۷۷ھ کے مطابق۔



”قال رسول الله ﷺ من تفقه في دين الله كفاه

الله همه ورزقه من حيث لا يحتسبه“ (الحديث)

(مسند أبي حنيفة لأبي نعيم الأصبهاني، ج: ۱، ص: ۲۵)

مذکورہ حدیث سے جہاں امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت (تابعی ہونا) ثابت ہوتا ہے وہاں

امام ابوحنیفہؒ کا احادیثِ رسول ﷺ کو سننا اور حاصل کرنا بھی ثابت ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں اس روایت سے امام ابوحنیفہؒ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں جو دوسری

روایت موجود ہے۔ خصوصی روشنی پڑتی ہے اس میں امام صاحب کی تاریخ پیدائش کے

بیان کی گئی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے والد کے ساتھ ۹۳ھ میں حج کیا جب آپ کی عمر ۱۶ سال تھی

اس لحاظ سے آپ کی تاریخ پیدائش کے ہوتی ہے بعض مؤرخین نے اس روایت کو اختیار

کیا ہے۔<sup>(۱)</sup>

مزید تفصیل ان کتب قدیمہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ عقود الجمان حافظ ابوالحسن دمشقی

، تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبیؒ، کتاب الانساب، تہذیب الاسماء، تہذیب التہذیب، طبقات ابن

سعد وغیرہ۔

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو بارہا دیکھا ہے۔

یہی بات علامہ خطیب بغدادیؒ، ابن جوزیؒ، امام مزنیؒ، امام یافعیؒ، حافظ عراقیؒ، ابن

حجر عسقلانیؒ، امام سیوطیؒ وغیرہم نے کہی ہے۔ (الخیرات الحسان، ص: ۳۲ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

علامہ ابن حجر مکیؒ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے جن صحابہ کرامؓ سے

ملاقات کی ہے ان حضرات کے یہ نام ہیں ان میں چند ایک کا اضافہ شامل ہے۔ حضرت

انس بن مالکؓ المتوفی ۹۳ھ، عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ المتوفی ۱۰۰ھ، سہل بن سعدؓ المتوفی ۹۱ھ،

عبداللہ بن انیسؓ المتوفی ۸۲ھ، عبداللہ بن جزءؓ المتوفی ۹۹ھ، جابر بن عبداللہؓ المتوفی ۹۳ھ،

عائشہ بن عجرہؓ، واثلہ بن الاسقعؓ ۸۵ھ، معقل بن یسارؓ۔

نوٹ:- حضرت عبداللہ بن انیسؓ اور واثلہ بن الاسقعؓ، ابوحنیفہؒ کی کنسی میں تھے

(۱) اکثر مؤرخین نے امام صاحب کی تاریخ پیدائش ۸۰ھ کو قرار دیا ہے اور اسی کو ترجیح بھی دی ہے۔

تاہم روایت (دیکھنے) کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ایک صاحبزادے محمد بن ابو بکر صحابی ہیں جب کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت چھ ماہ کے تھے۔ صحابیت کے لئے یہ بھی شرط نہیں کہ اس نے رسول ﷺ کو دیکھا ہو اگر رسول ﷺ نے اس مؤمن کو دیکھ لیا تو وہ صحابی ہو گیا۔

محمود بن لبید انصاریؒ جن کی عمر پانچ سال تھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے ان کی صحابیت کو امام بخاریؒ نے تسلیم کیا اور ان کی ایک روایت بھی اپنی کتاب بخاری شریف میں نقل کی ہے۔

### سن رشد و تعلیم

جیسا کہ بیان کیا گیا امام ابو حنیفہؒ کے بچپن کا زمانہ نہایت پر آشوب تھا۔ مروانی خلیفہ عبد الملک بن مروان کا دور حکومت تھا اسی خلیفہ کی جانب سے شہر عراق کا گورنر مشہور زمانہ امیر حجاج بن یوسف جس کی سفاکیوں کے واقعات کتب تاریخ میں بکثرت ملتے ہیں۔ خلیفہ عبد الملک نے ۸۶ھ میں وفات پائی اس کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبد الملک تخت نشین ہوا اگرچہ اس کے دور حکومت میں اسلامی فتوحات بڑی حد تک ہوئیں لیکن باپ کی میراث سے بھی اس کو حصہ ملا تھا اسلامی و روحانی برکتوں سے یہ دور بھی خالی رہا اس دور کے بارے میں خلیفہ خامس عمر بن عبد العزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

”ولید ملک شام میں، حجاج بن یوسف ملک عراق میں، عثمان حجاز میں، قرہ

ملک مصر میں، واللہ تمام دنیا ظلم سے بھر گئی۔“

ایسے پر آشوب دور میں امام ابو حنیفہؒ کی تعلیم و تربیت کے مواقع کم تھے تاہم امام ابو حنیفہؒ اپنے آبائی پیشہ (تجارت) سے وابستگی کے علاوہ شہر کے علمی حلقوں (درس حدیث) کی محفلوں میں شرکت کیا کرتے تھے۔

خوش بختی تھی امیر عراق حجاج ۹۵ھ میں وفات پا گیا خلیفہ ولید بن عبد الملک نے بھی ۹۶ھ میں انتقال کیا، اس کے انتقال کے بعد اس کے بھائی سلیمان بن عبد الملک نے مسند

خلافت کوزینت دی اس نیک بخت خلیفہ کاملت اسلامیہ پر جس قدر احسان ہے اس میں سب سے بڑا احسان یہ رہا کہ اس نے اپنی زندگی میں اپنے ایک عزیز عمر بن عبدالعزیزؒ کو اپنا مشیر سلطنت بنا لیا تھا اور وفات سے پہلے یہ وصیت کر دی تھی کہ میرے بعد عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوں گے۔ سلیمان بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ۹۹ھ میں ہو گیا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ تخت نشین ہوئے یہ تخت نشینی اسلامی دور کا وہ عظیم کارنامہ ہے جو قیامت تک پڑھا اور سنا جاتا رہے گا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کے تخت نشین ہوتے ہی مروانی طرز حکومت کا تختہ پلٹ گیا۔ ملک میں عدل و انصاف، علم و عمل، خیر و برکت کی ہوائیں چلنے لگیں آزادانہ دین کی دعوت و تبلیغ کا آغاز ہو گیا ایسے ماحول میں علوم مذہبی کی رونقیں جا بجا پھیل گئی۔ اسی دور میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے احادیث نبویہ کو جو منتشر اوراق و زبانوں پر جاری تھیں یکجا کرنے کا حکم دیا۔ وقت کے دو بڑے محدث محمد بن شہاب زہریؒ المتوفی ۱۲۵ھ، ابوبکر بن حزم المتوفی ۱۲۰ھ نے اس عظیم خدمت کو قبول کیا، احادیث کا مستند ذخیرہ جمع کر دیا، تاریخ اسلام کا یہ وہ کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک احادیث صحیحہ کا خزینہ شمار کیا جائے گا۔

(امام ابوحنیفہؒ کو یہی احادیث ملیں تھی جن سے فقہ حنفی مرتب ہوئی)

احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو باضابطہ طور پر مرتب کرنے کا یہ پہلا موقعہ تھا اس کے بعد دیگر کتابیں مرتب ہوئیں۔ اس لئے اسلامی تاریخ میں مذکورہ دونوں محدثین کو مدون اول کہا گیا ہے۔

”اول من دون الحدیث ابن شہاب الزہری و ابوبکر بن حزم“

ترجمہ: سب سے پہلے احادیث رسول ﷺ کے جمع کرنے والے

(یعنی کتابی شکل میں) محمد بن شہاب زہریؒ، اور ابوبکر بن حزمؒ ہیں۔

(فتح الباری و عینی وغیرہ)

امام ابوحنیفہؒ خود فرماتے ہیں مجھ کو بچپن میں تحصیل علم کا داعیہ اس واقعہ سے پیدا ہوا کہ میں ایک دن امام شعبیؒ المتوفی ۱۰۴ھ (جو شہر کوفہ کے ممتاز محدث تھے) کے مکان کے سامنے

سے گزر رہا تھا کہ امام شعیبیؒ کی نظر مجھ پر پڑی مجھ کو طلب فرمایا پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ میں نے ایک سوداگر کا نام لیا فرمایا میرا یہ مطلب نہیں بلکہ تم کہاں پڑھتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہیں نہیں، میرے والد کی تجارت ہے اسی میں کام کرتا ہوں۔ اس پر امام شعیبیؒ نے فرمایا مجھ کو تم میں علم کے جوہر نظر آ رہے ہیں تم علماء کی صحبت اختیار کرو۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں ان کے ان مختصر کلمات نے میرے قلب کو بے قرار کر دیا اور میں نے تحصیل علم کا پختہ ارادہ کر لیا۔

یہ امام شعیبیؒ وہی عظیم محدث ہیں جن کا پورا اسم گرامی عامر بن شراحیل ہے (۱) جو پانچ سو سے زائد اصحاب رسول ﷺ کی زیارت و صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ ان میں سیدنا علیؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت ابوسعید الخدریؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، اسی طرح سے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے علم حدیث کا بھرپور حصہ پایا۔

شہر کوفہ جو امام ابوحنیفہؒ کا وطن تھا اس شہر کی جامع مسجد میں امام شعیبیؒ کا حلقہ درس تھا جس میں علم حدیث پڑھنے سننے والوں کی اتنی کثرت ہوا کرتی تھی کہ باری باری سے ایک ایک جماعت استفادہ کیا کرتی۔ یہ سلسلہ صبح فجر سے نصف النہار تک جاری رہتا حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ اصحاب رسول ﷺ کی اس مسجد میں صبح و شام آمد و رفت رہا کرتی تھی۔ بعض اصحاب رسول ﷺ کو ان کی مجلس علمی میں تشریف فرما دیکھا گیا۔ ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:

”شعیبیؒ کی معلومات مجھ سے زیادہ بہتر ہیں“۔ لا الہ الا اللہ

امام زہریؒ جن کی وفات ۱۲۵ھ میں ہوئی ہے جو احادیث رسول اللہ ﷺ کو جمع کرنے والوں میں پہلے محدث ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ اہل علم تو صرف چار ہیں۔ سعید بن المسیبؒ مدینہ منورہ میں، عامر الشعیبیؒ شہر کوفہ میں، حسن بصریؒ شہر بصرہ میں، مکحول ملک شام میں، باقی سب ان کے تحت ہیں۔

(۱) موصوف کا تفصیلی تذکرہ ہماری کتاب ”اکیس جلیل القدر تابعین“ میں مطالعہ کیجئے۔

بہر حال امام ابوحنیفہؒ، امام شعیبؒ کے حلقہٴ درس میں شریک ہو گئے۔ احادیث رسول ﷺ کی یہ درس گاہ شہر کوفہ کی سب سے بڑی جامعہ تھی۔

ان کے علاوہ امام حمادؒ، جو حضرت انس بن مالکؓ کے خصوصی شاگردوں میں شامل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ مدت دراز تک ان کے حلقہٴ درس میں شریک رہے ہیں۔ امام حمادؒ کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی، امام حمادؒ نے اپنی آخری زندگی میں امام ابوحنیفہؒ کو اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ”میں نے یہ عظیم منصب نہایت اہتمام سے سنبھالا۔“ شہر کوفہ و بصرہ ان دنوں اہل علم سے معمور تھے جا بجا علمی حلقے قائم تھے ان میں معروف ترین محدثین، امام عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، شریح بن ہانی، سلمہ بن کہیل، محارب بن دثار، سماک بن حرب، امام اعمش، علقمہ بن مرثد، قیس بن ابی حازم، محمد بن سیرین، حسن بصری، شعبہ بن حجاج، شفیق بن سلمہ، اسود بن یزید، ربیع بن خثیم وغیرہم، یہ حضرات علم حدیث کے آفتاب و مہتاب کی حیثیت رکھتے تھے۔

مذکورہ حضرات کی شان و عظمت کے لئے صرف یہی ایک بات کافی ہے کہ امیر المؤمنین فی الحدیث سفیان ثوریؒ اور امام اہل سنت والجماعت احمد بن حنبلؒ کا سلسلہٴ احادیث انہیں مذکورہ محدثین تک پہنچتا ہے۔

شہر کوفہ میں ایسا کوئی محدث باقی نہ تھا جس کے آگے امام ابوحنیفہؒ نے زانوئے ادب تہ نہ کیا ہو اور احادیث سنی نہ ہوں۔

امام ابوالحسن الشافعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ و اساتذہ میں ۹۳ محدثین کے نام شمار کئے ہیں۔ کتاب تہذیب التہذیب، تہذیب الاسماء، تذکرۃ الحفاظ میں بھی امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ و اساتذہ کی تعداد منقول ہے صرف ایک شہر کوفہ کے ۲۹ محدثین کے نام مذکور ہیں۔ ان میں اکثر وہ حضرات ہیں جنہوں نے براہِ راست اصحابِ رسول ﷺ سے علم حاصل کیا ہے۔ کتاب تذکرۃ الحفاظ میں علامہ ذہبیؒ نے شہر کوفہ کے محدثین و ائمہ کرام میں ۹۷ محدثین کا تذکرہ کیا ہے جو حفاظِ حدیث کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں اسی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ

اور ان کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ کا بھی تذکرہ ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے تحصیل علم کے لئے شہر بصرہ کا بھی مستقل سفر کیا ہے اور وہاں کے محدثین سے بھی احادیث کا سماع کیا ہے علاوہ ازیں حرین شریفین (مکتہ المکرمہ، مدینہ منورہ) کا بھی سفر کیا۔ یہاں کے عظیم محدثین میں امام عطاء بن ابی رباحؒ، امام عکرمہؒ (حضرت ابن عباسؒ کے خصوصی شاگرد) سے بھی استفادہ کیا ہے، علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ابو حنیفہؒ کے دو سو نوے (۲۹۰) اساتذہ کا شمار کیا ہے، علامہ شامیؒ نے درمختار میں امام صاحب کے اساتذہ کی تعداد دو ہزار بتائی ہے۔ (مناقب موفق ص: ۳۸)

حافظ ابوالمحسن شافعیؒ نے کتاب عقود الجمان میں لکھا ہے۔

”ابو حنیفہ کثیر الحدیث اور اعیان حفاظ میں سے تھے“

امام عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں: ”ابو حنیفہ صلح حدیث کے اعیان حفاظ میں شامل ہیں“۔ امام سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں: ”امام ابو حنیفہؒ نے اپنے زمانے کے تمام محدثین کی حدیثوں کو یاد رکھا تھا“۔ امام معمرؒ کہتے ہیں: ”حدیث کی تشریحات میں میں نے امام ابو حنیفہؒ سے بڑا اور کوئی عالم نہیں دیکھا“۔ امام حسن بن زیادؒ کہتے ہیں کہ: ”امام ابو حنیفہؒ نے چار ہزار احادیث روایت کی ہیں۔ دو ہزار امام حمادؒ سے دو ہزار دیگر محدثین سے“۔  
لا الہ الا اللہ۔

امام ابو حنیفہؒ اپنے ہم زمانہ محدثین کی نظر میں

ملت اسلامیہ میں امام ابو حنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنہیں سلف صالحین نے ”امام الاممہ“ کا لقب دیا ہے۔

انہیں جو امتیازی خصوصیات حاصل تھیں دیگر امامہ فقہ میں نہیں ملتی، مثلاً:

(۱) امام ابو حنیفہؒ باتفاق مورخین تابعی تھے جب کہ ان کے ہم عصر محدثین امام سفیان ثوریؒ المتوفی ۱۶۷ھ (کوفہ)، امام حماد بن سلمہؒ المتوفی ۱۶۷ھ (بصرہ)، محدث

عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعیؒ (۱۵۰ھ) (شام)، محدث ربیع بن صبیح المتوفی ۱۶۰ھ، محدث سعید بن ابی عروبہ المتوفی ۱۵۰ھ (ان دونوں محدثین کے صحیفوں کو بھی احادیث کی اولین کتابوں میں شمار کیا گیا ہے) تابعین ہونے کا ان حضرات کو شرف نہ مل سکا۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ پہلے امام ہیں جنہوں نے علم شریعت (فقہ) کو کتابی شکل دی انہی کی اقتداء میں امام مالکؒ نے اپنی کتاب موطا، ترتیب دی جس کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کا خطاب دیا گیا۔

(۳) امام ابوحنیفہؒ نے اپنی مجلس علمی میں تراسی ہزار (۸۳ ہزار) مسائل تحریر کروائے ہیں ان میں اڑتیس ہزار (۳۸ ہزار) مسائل عبادات سے متعلق ہیں بقیہ پینتالیس ہزار (۴۵ ہزار) مسائل معاملات و اخلاق و معاشرت سے متعلق ہیں۔ (مناقب ابی حنیفہ للمکئی، ص: ۹۶ بیروت)

(۴) امام ابوحنیفہؒ کے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ سے اخذ کردہ مسائل کو چھ کتابوں میں جمع کیا گیا۔

(۱) جامع کبیر (۲) جامع صغیر (۳) سیر کبیر (۴) سیر صغیر (۵) مبسوط (۶)

زیادات۔

ان کتابوں کی اکثر روایات موجودہ کتب فقہ و فتاویٰ میں موجود ہیں جن پر ملت اسلامیہ کا ۳/۴ حصہ عمل کرتا رہا ہے اور آج بھی یہی حال ہے۔

(۵) امام اعمشؒ المتوفی ۱۴۸ھ جن کو حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ ذہبیؒ، محدث ابن ابی عیینہ نے شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اور جن کی روایات حدیث کی تعداد چار ہزار سے زائد بیان کی جاتی ہے۔

بہر حال امام اعمشؒ سے کسی شخص نے ایک مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا: "اس کا صحیح جواب تو ابوحنیفہؒ ہی دے سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے۔"

امام جریر بن عبداللہؒ کہتے ہیں امام اعمشؒ سے جب دقیق مسائل پوچھے جاتے تو وہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس بھیج دیتے۔

(۶) امام ابن جریج عبدالملک بن عبدالعزیز المتوفی ۱۵۰ھ نے امام ابوحنیفہؒ کی

وفات پر فرمایا:

”اللہ ان پر رحم فرمائے ان کے ساتھ بہت سا علم جاتا رہا۔“  
(۷) امام علی بن صالح المتوفی ۱۵۱ھ نے امام ابوحنیفہؒ کی وفات پر فرمایا:  
”عراق کا مفتی اور فقیہ گزر گیا۔“

(مناقب الامام ابی حنیفۃ للذہبی، ص: ۲۹ مکتبہ احیاء العارف حیدرآباد دکن)

(۸) امام مسعر بن کدام المتوفی ۱۵۳ھ فرماتے تھے۔ کوفہ کے دو شخصوں کے سوا کسی اور پر رشک نہیں آتا۔ ابوحنیفہؒ اور ان کی فقہ، دوسرے حسن بن صالحؒ اور اس کا زہد وقناعت۔ (تاریخ بغداد ج: ۱۴، ص: ۳۲۸ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا تو وہ ہم پر غالب آگئے اور جب ہم زہد وقناعت میں مشغول ہوئے تو وہ ہم سے آگے نکل گئے۔ ہم نے ان کے ساتھ علم فقہ حاصل کرنا شروع کیا تو اس میں انہوں نے وہ کارنامے انجام دئے جو تم دیکھ رہے ہو۔

(مناقب الامام ابی حنیفۃ للذہبی، ص: ۴۳ مکتبہ احیاء العارف حیدرآباد دکن)

(۹) امام اوزاعیؒ ۱۵۶ھ ملک شام کے فقیہ و محدث فرمایا کرتے تھے۔ ابوحنیفہؒ پیچیدہ مسائل کو سب اہل علم حضرات سے زیادہ جاننے والے تھے۔

(مناقب کردری ص: ۹۰ بیروت)

(۱۰) امام شعبہ بن الحجاج المتوفی ۱۶۰ھ جن کا لقب امیر المؤمنین فی الحدیث ہے فرمایا کرتے تھے ابوحنیفہؒ علم وفہم میں بہت بلند درجہ رکھتے ہیں جو لوگ ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اللہ کی قسم یہ لوگ اپنی اس بدگوئی کی سزا اللہ کے پاس پائیں گے۔

(الخیرات الحسان ص: ۴۸ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

(۱۱) امام داؤد الطائیؒ المتوفی ۱۶۰ھ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہؒ ایک روشن مینار تھے آپ کے پاس وہ علم تھا جس کو اہل ایمان کے دل قبول کرتے ہیں۔

(الخیرات الحسان ص: ۴۹ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

۱۶۱۸۵۱



(۱۲) امام سفیان الثوری المتوفی ۱۶۸ھ کے پاس ایک شخص امام ابوحنیفہؒ سے ملاقات کر کے آیا۔ امام سفیان ثوریؒ نے فرمایا تم روئے زمین کے سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آرہے ہو۔ (الخیرات الحسان ص: ۲۵ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

(۱۳) امام دارالبحر مالک بن انس المتوفی ۱۹۱ھ فرماتے ہیں، سبحان اللہ میں نے ابوحنیفہؒ جیسا انسان نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان ص: ۲۴ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

(۱۴) امام وکیع بن الجراح المتوفی ۱۹۵ھ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ سے بڑا فقیہ اور کسی کو نہ دیکھا۔

(۱۵) امام یحییٰ بن معین المتوفی ۲۴۳ھ فرماتے ہیں کہ امام وکیع بن الجراح امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان کی احادیث کے حافظ بھی تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی بہت ساری احادیث سنی ہیں۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج: ۲، ص: ۲۸۸-۲۸۹ مکتبہ مؤسسۃ الریان)

(۱۶) امام سفیان بن عیینہ المتوفی ۱۹۸ھ فرماتے تھے۔ میری آنکھوں نے ابوحنیفہؒ جیسا انسان نہیں دیکھا۔ دو چیزوں کے بارے میں خیال تھا کہ وہ شہر کوفہ سے باہر نہ جائیں گی مگر وہ زمین کے آخری کناروں تک پہنچ گئیں۔ ایک امام حمزہؒ کی قرأت، دوسری ابوحنیفہؒ کی فقہ۔ (تاریخ بغداد ج: ۱۳، ص: ۳۴۶ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

(۱۷) امام یحییٰ بن سعید القطان المتوفی ۱۹۸ھ فرماتے ہیں۔ ہم نے ابوحنیفہؒ سے اچھی و مضبوط رائے کسی کی نہیں سنی۔ (تاریخ بغداد، ج: ۱۳، ص: ۳۴۵ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

(۱۸) امام عبدالرحمن بن مہدی المتوفی ۱۹۸ھ فرماتے ہیں۔ میں احادیث کو نقل کرنے والا ہوں، امام سفیان ثوریؒ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں، امام سفیان بن عیینہ امام العلماء ہیں، امام شعبہؒ حدیث کی کسوٹی ہیں، محدث عبداللہ بن المبارک حدیث کے صراف ہیں، امام یحییٰ بن سعید القطان قاضی العلماء ہیں اور ابوحنیفہؒ علماء کے قاضی القضاة (صدر قاضی) ہیں۔ (مناقب الامام ابی حنیفہ لندہ، ج: ۲، ص: ۲۵ مکتبہ احیاء العارف حیدرآباد دکن)

(۱۹) محدث عبداللہ بن المبارک المتوفی ۱۸۱ھ امام ابوحنیفہؒ کے مایہ ناز شاگرد ہیں فرماتے ہیں جو لوگ امام ابوحنیفہؒ کی برائی کرتے ہیں مجھے بہت صدمہ ہوتا ہے۔ اور اندیشہ ہوتا ہے کہ ان پر کہیں اللہ کا غضب نہ ٹوٹ پڑے۔

(مناقب الامام ابی حنیفۃ للذہبی، ص: ۲۲ مکتبہ احیاء العارف حیدرآباد دکن)

(۲۰) امام حفص بن غیاث المتوفی ۱۹۵ھ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہؒ میں عیب جوئی صرف جاہل ہی کرتا ہے۔

(۲۱) امام شافعیؒ المتوفی ۲۰۴ھ فرماتے ہیں ہم سب علم فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے عیال (محتاج) ہیں جو شخص علم فقہ میں مہارت حاصل کرنا چاہتا ہو وہ امام ابوحنیفہؒ کا محتاج ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ فقہ کے لئے موفق (صاحب توفیق) تھے۔

(تاریخ بغداد ج: ۱۳، ص: ۳۲۶ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

(۲۲) امام یزید بن ہارون المتوفی ۲۰۶ھ فرمایا کرتے تھے میں نے جن فقہاء کو دیکھا ہے ان میں ابوحنیفہؒ سے بڑا فقیہہ کسی کو نہ پایا، ایسے ہی ان سے بڑا عاقل حلیم بردبار اور صاحب تقویٰ نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان ص: ۷۹-۸۰ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

(۲۳) امام تکی بن معین المتوفی ۲۳۳ھ جو سند حدیث کے جرح و تعدیل کے مسلمہ امام ہیں فرماتے ہیں: ”میرے نزدیک قرأت تو بس امام حمزہؓ کی ہے اور فقہ صرف امام ابوحنیفہؒ کی“۔ (تاریخ بغداد ج: ۱۳، ص: ۳۲۶ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

(۲۴) ابو بکر المروزیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو یہ فرماتے سنا: ”ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کی طرف خلق قرآن (۱) کے قول کی نسبت صحیح نہیں“ میں نے عرض کیا ”الحمد لله اے ابو عبداللہ کیا وہ علم کے بلند مقام پر فائز تھے؟“ امام احمد نے فرمایا ”سبحان اللہ، وہ علم، ورع، زہد و ایثار میں ایسے مقام پر فائز تھے

(۱) ”خلق قرآن“ علم کلام (اسلامی فلسفہ) کا ایک نو تراشہ مسئلہ تھا جو خلافت بنو امیہ کے آخری دور میں شائع ہوا پھر عباسی خلفاء کی سرپرستی نے اس کو کفر و ایمان کی علامت قرار دے دیا۔ یہ اس دور کا شدید نکتہ تھا جس میں امام احمد بن حنبلؒ کو کوڑے لگائے گئے۔ (مسئلہ خلق قرآن کی وضاحت کسی جدید عالم سے دریافت کر لی جائے)“

جس پر کوئی نہ پہنچ سکا۔ (مناقب الامام ابی حنیفہ للذہبی، ص ۴۳ مکتبہ احیاء العارف حیدرآباد دکن)  
 (۲۵) امام ابو داؤد المتوفی ۲۰۵ھ مشہور محدث ہیں فرماتے ہیں اللہ امام مالک  
 پر رحمت فرمائے وہ امام تھے اور اللہ امام ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے وہ امام تھے۔

## امام ابو حنیفہؒ کی حیات میں احادیث کی کتابیں

اہل علم کا اتفاق ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ المتوفی ۱۰۱ھ نے اپنے دور خلافت  
 میں تدوین حدیث کو عملی شکل دی ہے اس دور کے دو عظیم المرتبت محدث ابو بکر بن حزم المتوفی  
 ۱۲۰ھ اور محمد بن شہاب زہریؒ المتوفی ۱۲۵ھ کو احادیث رسول ﷺ جمع کرنے اور ان کو کتابی  
 شکل میں مدون کرنے کی ہدایت کی چنانچہ ان دونوں حضرات نے یہ کام انجام دیدیا، دو صحیفے  
 وجود میں آئے۔ روئے زمین پر یہ پہلی دو حدیث کی کتابیں تھیں، جو امام ابو حنیفہؒ کو میسر آئیں  
 علاوہ ازیں احادیث شریفہ کے یہ صحیفے بھی امام ابو حنیفہؒ کی حیات میں عام تھے۔

مسند ابن جریج مکی المتوفی ۱۵۰ھ، مسند ابن اسحاق الصحیح المتوفی ۱۵۱ھ، مسند  
 عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعی المتوفی ۱۵۷ھ، مسند سفیان الثوری المتوفی ۱۶۰ھ کوفہ، مسند حماد  
 بن سلمہ المتوفی ۱۶۱ھ، مسند ربیع بن صبیح المتوفی ۱۶۰ھ کوفہ و بصرہ، مسند سعید بن ابی عروبہ  
 المتوفی ۱۶۵ھ، یہ مسانید صرف کوفہ و بصرہ ہی میں نہیں بلکہ اقطاع عالم میں پھیل چکیں تھیں۔  
 اس دور میں ایسی احادیث کو ”سنن“ کا نام دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ آج بھی اسی نام سے یاد کیا  
 جاتا ہے۔ ان کتابوں کی ساری احادیث امام ابو حنیفہؒ کو صرف دو واسطوں سے ملیں جو  
 احادیث رسول ﷺ کی اعلیٰ قسم شمار کی جاتی ہیں۔

فقہ حنفی کا یہ ایسا نمایاں و خصوصی امتیاز ہے جو اور کسی فقہ کو میسر نہ آیا۔ آج فقہ حنفی کے  
 ماخذ کتب صحاح ستہ کے علاوہ کتب سنن و آثار اور دیگر مسانید، مسند دارمی، المصنف  
 عبدالرزاق، مستدرک حاکم، صحیفہ ہمام بن منبہ المتوفی ۱۰۱ھ، صحیفہ وہب بن منبہ ۱۱۰ھ،  
 موطا امام مالک ۱۷۹ھ، موطا امام محمدؒ، المعجم الکبیر، المعجم الاوسط، المعجم الصغیر للطبرانی، کتاب  
 المختارہ حافظ ضیاء الدین المقدسی، مسند صحیح ابن عوانہ، مسند صحیح ابن سکین، المعتمدی جارود، بیہقی،

مسند ابن خزمیہ، مسند ابو یعلیٰ الموصلی، مسند ابو بکر البزاز، مسند احمد بن حنبل، صحیح ابن حبان۔

(مقدمۃ فتح الباری)

ان ساری کتابوں میں وہ تمام احادیث صحیحہ موجود ہیں جن کی فقہ حنفی کو ضرورت تھی۔ اور جن سے فقہ حنفی مرتب ہوئی ہے۔

مزید تفصیل کے لئے مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی کی کتاب ”تدوین حدیث“ کا مطالعہ کیجئے۔ جو اس عنوان کی آخری تحقیق ہے۔

## کتب حدیث پر ایک جامع تبصرہ

محقق کبیر امام ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری شرح بخاری میں کتب حدیث پر جو تبصرہ کیا ہے وہ حقیقت کے علاوہ ایک ایسا جامع تبصرہ ہے جو بہت کم سننے اور پڑھنے میں آیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ احادیث نبویہ، عہد نبوت اور عہد صحابہ کے علاوہ اکابر تابعین کے ابتدائی دور تک کتابی شکل میں موجود نہ تھیں جس کی دو بڑی وجہ تھیں۔

پہلی بات تو یہ تھی کہ رسول ﷺ نے صحابہ کو احادیث لکھنے سے منع کر دیا تھا، پھر امام ابن حجر عسقلانی یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ ممانعت اس لئے تھی کہ عہد نبوت میں وحی الہی قرآن حکیم کا نزول جاری تھا۔ ایسے ماحول میں حدیث و قرآن میں التباس (خلط ملط) کا قوی امکان ہو جاتا عام آدمی کے لئے تمیز کرنا مشکل تھا کہ یہ قرآن حکیم کی آیت ہے یا حدیث، رسول ﷺ کا کلام ہے۔ اس لئے آپ نے احادیث لکھنے اور اس کو کتابی شکل دینے سے منع فرما دیا اگرچہ آپ کے عہد مبارک میں بعض صحابہ کے پاس احادیث شریفہ کے دو چار چھوٹے موٹے کتابچے بھی تھے جن کو انہوں نے محفوظ کر لیا تھا تاہم رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر وہ ضائع کر دئے گئے۔ بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی (عہد نبوت میں احادیث کی کتابیں نہ ہونے کی) دوسری وجہ یہ

لکھتے ہیں کہ:

”دور نبوت میں اصحاب رسول ﷺ کے ذہن و فکر، قوتِ حفظ و یادداشت کچھ ایسے معجزہ نما طور پر پائیدار اور مضبوط تھے کہ انہیں چنداں لکھنے یا محفوظ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ تاریخ کی مستند کتابوں میں ایسے نظائر بکثرت ملتے ہیں۔ اس لئے بھی احادیث رسول ﷺ کو محفوظ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ پھر تابعین کے آخری دور میں باطل فرقوں کا زور و شور پیدا ہوا، عقائد و نظریات میں حذف و اضافے ہونے لگے، احادیث رسول ﷺ میں خیانت اور جھوٹ شائع ہونے لگا اور سب سے بڑا اندیشہ اصحاب رسول ﷺ کی اموات اور قلت کا وجود سامنے آیا اس وقت الہامی طور پر امت کے تمام اکابرین کے قلوب میں احادیث رسول ﷺ کو جمع و محفوظ کرنے کا متفقہ تقاضہ پیدا ہوا اور پھر جمع حدیث کا وہ کام انجام پایا جو آج کتاب اللہ کی طرح احادیث رسول ﷺ کتابی شکل میں وجود آئی۔

(مقدمہ فتح الباری، ص: ۸، مکتبہ دارالسلام)

## امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ

امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ و اساتذہ کی تعداد، اس دور کے دیگر ائمہ اور محدثین کے اساتذہ کرام کی تعداد سے کہیں زیادہ تھی۔ علامہ شامیؒ نے شرح درمختار میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے چار ہزار اساتذہ تھے، خود امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں میں نے کوفہ و بصرہ کا کوئی ایسا محدث نہیں چھوڑا جس کے پاس گیا نہ ہوں، صرف ان دونوں شہروں کے محدثین کی تعداد علامہ ذہبیؒ نے (۲۹۰) بیان کی ہے۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب ”سیرۃ النعمان“ (ص: ۲۹-۳۰ دارالاشاعت کراچی)

”میں کوفہ کے (۲۹) اساتذہ کا ذکر کیا ہے۔“

## امام حمادؒ

ان اساتذہ کرام میں سب سے پہلے امام حمادؒ کا نام ملتا ہے جو شہر کوفہ کے امام اور حضرت انس بن مالکؓ صحابی رسول ﷺ کے سب سے قریب اور معتمد شاگرد ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان کی صحبت میں کم و بیش (۱۸) سال گزارے ہیں علاوہ ازیں امام حمادؒ، رسول

اکرم ﷺ کے عظیم المرتبت صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علمی وارث اور ان کے نائب بھی شمار کئے جاتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے امام حمادؒ سے وہ سب کچھ پایا جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علمی ورثہ تھا۔

### حسن بصری اور امام شعبہ

امام ابوحنیفہؒ کے علم حدیث کی دوسری بڑی درسگاہ شہر بصرہ تھی جو امام الحدیثین حسن بصریؒ اور امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ المتوفی ۱۶۰ھ اور امام قتادہؒ کے علوم حدیث سے مالا مال تھی یہاں سے بھی امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث کا بھرپور حصہ پایا، امام شعبہؒ کو دو ہزار احادیث ازبر تھیں۔

ابوالمحسن شافعیؒ نے (۹۳) محدثین کے نام شمار کئے ہیں جن سے امام ابوحنیفہؒ نے احادیث روایت کی ہیں۔ (تہذیب التہذیب، ج: ۵، ص: ۶۲۹-۶۳۱، تذکرۃ الحفاظ، ج: ۱، ص: ۱۲۶-۱۲۷)

### عطاء بن ابی رباحؒ

جس زمانے میں امام ابوحنیفہؒ مکہ المکرمہ پہنچے ان دنوں مشہور محدث تابعی عطاء بن ابی رباحؒ کا حلقہ درس نہایت عروج پر تھا اور مستند بھی، حضرت عطاء بن ابی رباحؒ اکثر صحابہ کرام کی خدمت میں رہے ہیں اور ان کے علوم کے وارث بھی بنے ہیں۔ خود حضرت عطاءؒ کا بیان ہے کہ میں نے دو سو (۲۰۰) سے زائد اصحاب رسول ﷺ کو پایا اور ان سے استفادہ کیا ہے۔ ان کے علم و فضل کا یہ حال تھا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مکہ المکرمہ میں عطاء بن ابی رباحؒ کے ہوتے ہوئے لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں؟

حج کے زمانے میں ہر سال حکومت کی جانب سے یہ اعلان ہوا کرتا تھا کہ شیخ عطاء بن ابی رباحؒ کے علاوہ کوئی شخص فتویٰ نہ دے، بڑے بڑے ائمہ حدیث امام اوزاعیؒ، امام زہریؒ، امام عمرو بن دینارؒ وغیرہم امام عطاء بن ابی رباحؒ کے حلقہ درس سے نکل کر امام کہلائے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث کا بڑا حصہ امام عطاء بن ابی رباحؒ سے پایا۔ امام عطاء بن ابی رباحؒ کا انتقال ۱۱۵ھ میں ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ و برکاتہ۔

## عکرمہ

مکتہ المکترمہ کے محدثین میں جن سے امام ابوحنیفہؒ نے احادیث سماعت کیں ہیں، حضرت عکرمہؒ کا نام بھی خصوصیت سے ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباسؒ کے خصوصی شاگردوں میں تھے حضرت ابن عباسؒ نے اپنی زندگی ہی میں ان کو اجتہاد و فتویٰ نویسی کا مجاز کر دیا تھا۔ کم و بیش ستر (۷۰) مشہور تابعین ان کے شاگرد تھے، امام ابوحنیفہؒ بھی ان میں شامل ہیں۔

## فقہائے سبعہ

امام ابوحنیفہؒ نے ۱۰۲ھ کے قرب و جوار میں شہر مدینہ منورہ کا بھی سفر کیا ہے جہاں عالم اسلام کے فقہائے سبعہ مقیم تھے جن کا فتویٰ تمام اسلامی سلطنتوں میں رائج تھا امام ابوحنیفہؒ کا سفر ایسے وقت ہوا جب کہ ان فقہائے سبعہ میں دو فقیہہ سلیمانؒ اور سالم بن عبداللہؒ موجود تھے۔ حضرت سلیمانؒ ام المؤمنین سیدہ میمونہؓ کے پروردہ غلام تھے اور فقہائے سبعہ میں ان کا دوسرا نمبر تھا۔ دوسرے حضرت سالمؒ سیدنا عمر فاروقؓ کے پوتے تھے جنہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے تعلیم پائی تھی۔ امام ابوحنیفہؒ ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے احادیث کی سماعت کی۔

## امام اوزاعی

امام ابوحنیفہؒ نے ملک شام کے مجتہد و محدث، امام اوزاعیؒ اور امام مکحولؒ سے بھی کتابِ علم کیا ہے جو اپنے زمانے میں مجتہد اور صاحبِ مذہب کہلایا کرتے تھے جیسا کہ ائمہ اربعہ صاحبِ مذہب ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں خود فرماتے ہیں کہ میں نے ملک شام کا سفر کیا امام اوزاعیؒ سے ملاقات کی، اثنائے گفتگو امام اوزاعیؒ نے پوچھا شہر کوفہ میں ابوحنیفہؒ نامی کون شخص ہے جو دین میں نئی نئی باتیں ظاہر کر رہا ہے۔ میں نے اس کا

جواب نہ دیا۔ اپنے گھر آیا دوسرے دن چند کاغذات لے گیا، امام اوزاعیؒ نے وہ کاغذات امام عبداللہ بن مبارکؒ کے ہاتھ سے لے لئے۔ سرورق یہ لکھا تھا "قال نعمان بن ثابت..... الخ" امام اوزاعیؒ دیر تک پڑھتے رہے پھر دریافت کیا یہ نعمان کون ہیں؟ میں نے کہا یہ وہی نعمان ہیں جن کو آپ نے بدعتی کہا تھا۔ امام اوزاعیؒ نے اپنی خطا پر معذرت چاہی اور فرمایا کہ یہ نہایت بلند پایہ شخص ہیں ان کے فضل و کمال نے دوسروں کو حاسد بنا دیا۔ امام ابو حنیفہؒ نے بھی امام اوزاعیؒ کے علم حدیث سے استفادہ کیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اس خصوصیت کے ساتھ تمام محدثین کے ہاں معروف ہیں کہ ان کے شیوخ حدیث بے شمار ہیں امام ابو حفص کبیرؒ نے دعویٰ کیا ہے کہ ابو حنیفہؒ نے کم از کم چار ہزار محدثین سے احادیث روایت کیں ہیں۔ علم حدیث میں ایسے حضرات کم ہی پائے جاتے ہیں جن کے اساتذہ چار ہزار سے کم ہوں۔ اور ایسے حضرات تو بہت ہیں جن کے اساتذہ ہزار سے زائد تھے۔ علامہ سخاویؒ نے کتاب فتح المغیث میں ان حضرات کے نام بھی لکھے ہیں، ابو الحسن شافعیؒ نے عقود الجمان میں تین سو انیس (۳۱۹) کے نام بقید حسب و نسب لکھے ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ میں نے اپنی دوسری کتاب میں جس کا نام "تخصیص السبیل" ہے ان کے تفصیلی حالات بھی لکھے ہیں یہ سب امام ابو حنیفہؒ کے شیوخ ہیں۔ علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب (سیرۃ النعمان ص: ۳۲ دارالاشاعت) میں امام ابو حنیفہؒ کے ان اساتذہ کے نام درج کر دئے ہیں جن میں کسی کو اختلاف نہیں ان کی تعداد (۷۷) لکھی ہے یہ نام تاریخ کی ان مسلمہ کتب سے لئے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، طبقات الحفاظ علامہ ذہبیؒ، تہذیب الکمال، کتاب الآثار امام محمدؒ، معارف ابن قتیبہؒ، مرآة الجمان یا فعیؒ۔

آخر میں لکھتے ہیں یہ تعداد سرسری طور سے انتخاب کی ہے زیادہ چھان بین کرتے تو شاید "عقود الجمان" کی فہرست کے برابر اترتے (جن میں تین سو ۳۰۰ سے زائد شیوخ کے نام ہیں) علاوہ ازیں امام ابو حنیفہؒ کے شیوخ اکثر تابعین کرامؒ ہیں جن کو رسول ﷺ تک صرف ایک واسطہ (صحابی کا) ہے بقیہ وہ شیوخ ہیں جو ایک مدت تک بڑے بڑے تابعین



کی صحبت میں رہے ہیں۔ اس انفرادی خصوصیت کی بناء پر امام ابوحنیفہؒ ائمہ اربعہ میں وہ پہلے امام ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کی احادیث ایک یا صرف دو واسطوں سے ملی ہیں۔ جو آج بھی احادیث کی سب سے اعلیٰ و ارفع قسم شمار کی جاتی ہیں۔

ان احادیث کو حدیث ثنائی (صرف دو راوی والی حدیث) کہا جاتا ہے جو حدیث ثلاثی سے افضل و اعلیٰ درجہ رکھتی ہیں۔ بخاری شریف اس لئے بھی افضل الکتب کہلائی گئی کہ اس میں بائیس ثلاثیات موجود ہیں (۱) اور ترمذی شریف میں صرف ایک حدیث ثلاثی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی اکثر روایات حدیث ثلاثی سے ایک درجہ بلند حدیث ثنائی کہلاتی ہیں جو حدیث کا سب سے بڑا درجہ ہے۔ یہ عامۃ الناس کی بے علمی یا کم علمی نہیں اصل مسئلہ تو اہل علم کا ہے اس میں سلفی مکتب فکر نے بہت ٹھوکریں کھائی ہیں۔ یا اسفی علی جہل ، اللهم اهد قومی فانہم لا یعلمون ۔

## امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور ان کا تعارف

امام ابوحنیفہؒ درس و تدریس کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ خلیفہ وقت کے حدود سلطنت بھی اس سے زیادہ وسیع نہ تھے۔ حافظ ابوالمحسن شافعیؒ نے (۹۱۸) شخصوں کے نام بقید حسب و نسب لکھے ہیں جو امام ابوحنیفہؒ کے حلقہ درس سے مستفید ہوئے ہیں ان میں چالیس حضرات ایسے بھی ہیں جو دیگر ائمہ فقہ کو میسر نہ آئے ان لوگوں کی عظمت و شان سے فقہ حنفی کی خوبی اور عمدگی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کی جلالت علمی و فہمی کا اندازہ بھی۔ خطیب بغدادیؒ نے امام وکیع بن الجراحؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک موقع پر امام وکیعؒ کے پاس چند اہل علم جمع تھے کہ کسی نے کہا کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ نے غلطی کی۔ وکیعؒ بولے ابوحنیفہؒ کیونکر غلطی کر سکتے ہیں جب کہ ابو یوسفؒ، زفرؒ، یحییٰ بن زائدہؒ، حفص بن غیاثؒ، حبانؒ، قاسم بن معنؒ، داؤد الطائیؒ و فضیل بن عیاضؒ جیسے علم و فضل کے مینارے، زہد

(۱) جن میں گیارہ ثلاثیات مکی بن ابراہیم سے اور چھ امام عاصم النبیل سے اور تین محمد بن عبد اللہ انصاری سے

مروی ہیں اور یہ تینوں امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں سے ہیں تو گویا بخاری کی بیس ثلاثیات کے راوی حنفی ہوئے۔

تقویٰ کے ستارے جس شخص کے ساتھ ہوں وہ کیا غلطی کر سکتا ہے اور اگر کرتا بھی تو یہ علم و عمل کے سلاطین اس کو کب غلطی پر قائم رہنے دیتے؟

امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے جو شخص علم فقہ میں کمال حاصل کرنا چاہے اس کو امام ابوحنیفہؒ کی طرف رخ کرنا چاہئے۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے اگر امام محمد بن حسن شیبانیؒ (شاگرد امام ابوحنیفہؒ) مجھ کو نہ ملتے تو شافعیؒ، شافعیؒ نہ ہوتا اور کچھ نہ ہوتا۔

بہر حال امام ابوحنیفہؒ کے چند مشہور شاگردوں کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) امام یحیٰ بن سعید القطانؒ ولادت ۱۲ھ وفات ۱۹۵ھ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ فن اسماء الرجال (سند حدیث کا علم) سب سے پہلے جنہوں نے رائج کیا وہ یہی تھی بن سعید القطانؒ تھے۔ اس کے بعد ان کے شاگردوں میں امام تھکی بن معینؒ، علی بن المدینیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، علی بن الفلاسؒ، ابوخیثمہؒ نے اس فن میں گفتگو کی، پھر ان کے بعد ان کے شاگردوں، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ وغیرہ نے کلام کیا۔ بہر حال علم حدیث کا ایسا عظیم امام، امام ابوحنیفہؒ کو میسر آیا۔ امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے میں نے اپنی آنکھوں سے تھکی بن سعید القطانؒ جیسا امام کسی کو نہیں دیکھا۔ ایسا بے مثال امام، امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں اکثر شریک ہوا کرتا تھا اور اپنی اس شاگردی پر فخر کرتا تھا۔

اس وقت تک تقلید خاص کا رواج نہ تھا تاہم امام تھکی بن سعید القطانؒ امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق ہی پر تقلید کرتے تھے ان کا قول ہے ”قد اخذنا باكثر اقواله“، یعنی ہم نے ابوحنیفہؒ کے اکثر اقوال اخذ کئے ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے کتاب تذکرۃ الحفاظ میں جہاں امام وکیع بن الجراحؒ کا ذکر کیا ہے، لکھا ہے کہ ”کان یفتی بقول ابی حنیفہؒ وکان یحیٰ بن سعید القطان یفتی بقوله ایضاً“۔

ترجمہ: امام وکیعؒ حضرت ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور امام تھکی بن سعید القطانؒ بھی انہی کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

(تہذیب التہذیب حافظ ابن حجرؒ، ج: ۶، ص: ۸۲)

(۲) محدث عبد اللہ بن المبارک المتوفی ۱۸۱ھ

یہ بھی امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں ہیں امام نووی نے کتاب تہذیب الاسماء میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

”وہ امام جن کی امامت و جلالت پر اہل علم کا اتفاق ہے اور جن کے ذکر سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جن کی محبت سے مغفرت کی امید کی جاسکتی ہے۔“

عام طور پر انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے پکارا جاتا تھا ایک مرتبہ ان کے شاگردوں میں سے کسی نے حافظ عبد اللہ بن المبارک کو یا عالم الشرق کہہ کر خطاب کیا، امام سفیان الثوری جو مشہور محدث ہیں اس موقع پر موجود تھے، بولے کیا غضب ہے وہ تو عالم الشرق والغرب ہیں۔

ایسے ہی امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ وہ امام عبد اللہ بن المبارک کو اسی عنوان سے خطاب کیا کرتے تھے۔

خود امام عبد اللہ بن المبارک کا قول ہے فرماتے تھے کہ میں نے چار ہزار محدثین سے احادیث حاصل کی ہیں ان میں ایک ہزار وہ شیوخ ہیں جن سے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے۔

یہی بات امام عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعے میری دستگیری نہ فرماتے تو میں ایک عام انسان سے بڑھ کر کچھ نہ ہوتا۔ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے ۱۸۱ھ میں وفات پائی۔ رحمة اللہ ورضوانہ علیہ

(۳) امام یحییٰ بن زکریا المتوفی ۱۸۲ھ

مشہور محدث ہیں علامہ ذہبی نے کتاب تذکرۃ الحفاظ میں صرف ان محدثین کا تذکرہ کیا ہے جو حافظ الحدیث کہلاتے تھے چنانچہ یحییٰ بن زکریا کو انہی لوگوں میں شمار کیا ہے بلکہ اس طبقہ میں سب سے پہلے ان ہی کا نام درج کیا ہے یہ بھی امام ابو حنیفہ کے خصوصی شاگرد ہیں۔ امام علی بن المدینی جو امام بخاری کے مشہور استاذ ہیں کہا کرتے تھے کہ یحییٰ بن

زکریا کے انتقال پر علم کا خاتمہ ہو گیا۔ صحاح ستہ میں ان کی روایت سے بہت سی احادیث ہیں وہ محدث و فقیہ دونوں حیثیت سے ممتاز تھے اور ان دونوں علوم میں بڑا کمال رکھتے تھے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی شاگردوں میں شمار ہوتے تھے ایک مدت تک امام صاحب کی خدمت میں رہے۔ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کو صاحب ابی حنیفہؒ (ابوحنیفہ کے خصوصی شاگرد) کا لقب دیا ہے۔

(میزان الاعتدال، ج: ۳، ص: ۳۲۸، الجواہر المصیہ، ج: ۳، ص: ۵۸۵-۵۸۶)

شہر مدائن میں قاضی القضاة (چیف جج) کے منصب پر فائز تھے۔ وہیں ۱۸۲ھ ہجری (۶۳) سال وفات پائی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

(۴) امام وکیع بن الجراح المتوفی ۱۹۷ھ

علم حدیث کے ارکان میں شمار کئے جاتے ہیں امام احمد بن حنبلؒ کو ان کی شاگردی پر فخر تھا، چنانچہ جب وہ ان کی روایت سے کوئی حدیث بیان کرتے تو ان لفظوں سے شروع کرتے۔ یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے روایت کی ہے کہ تیری آنکھوں نے اس جیسا کسی کو بھی نہ دیکھا ہوگا۔ (تہذیب الاسماء علامہ نوویؒ ۱۲۵/۲)

یہی تاثر امام ترمذی بن معینؒ کا تھا اکثر ائمہ حدیث نے ان کی شان میں اس قسم کے کلمات لکھے ہیں۔ بخاری و مسلم میں اکثر ان کی روایات سے حدیث مذکور ہیں۔

یہ امام ابوحنیفہؒ کے خاص شاگرد تھے امام ابوحنیفہؒ سے بہت سی حدیثیں سنی تھیں۔ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کیا کرتے تھے اور ان ہی کے قول کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔ (عقود النجمان ۱۵۳، تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۲۳-۲۲۴، تاریخ بغداد ۱۳/۴۷۵)

(۵) امام یزید بن ہارون المتوفی ۲۰۷ھ

فن حدیث کے مشہور امام ہیں بڑے بڑے ائمہ حدیث ان کے شاگرد ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ، علی بن المدینیؒ، یحییٰ بن معینؒ، ابن ابی شیبہؒ نے ان کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کی ہے۔ علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ ان کے شاگردوں کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ یحییٰ بن ابی طالب

کا بیان ہے کہ ایک بار میں ان کے حلقہ دُرس میں شریک تھا لوگ حاضرین کی تعداد کا اندازہ کم و بیش ستر (۷۰) ہزار کے قریب شمار کر رہے تھے۔ کثرتِ حدیث میں لوگ ان کی مثال دیا کرتے تھے خود فرماتے ہیں کہ مجھ کو بیس ہزار سے زائد احادیث یاد ہیں۔ علی بن المدینیؒ (استاد امام بخاریؒ) کہا کرتے تھے کہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو حافظِ حدیث نہیں دیکھا۔

یزید بن ہارونؒ خود کہا کرتے تھے میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت ساری احادیث سنی ہیں یہ ایک مدت تک امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں رہے ہیں۔

علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں جہاں ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیثیں روایت کی ہیں ان میں امام یزید بن ہارونؒ کا نام بھی لکھا ہے۔ امام یزید بن ہارونؒ کا قول ہے کہ میں نے بہت سارے محدثین سے ملاقات کی لیکن امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا۔

یہ ۱۱۷ھ میں پیدا ہوئے ۲۰۶ھ میں وفات پائی۔ صلوٰۃ اللہ علیہ و برکاتہ

### (۶) امام حفص بن غیاث المتوفی ۱۹۷ھ

بہت بڑے محدث تھے خطیب بغدادیؒ نے ان کو کثیر الحدیث لکھا ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کو حافظِ حدیث شمار کیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ ان کی یہ خصوصیت تھی کہ احادیثِ رسول ﷺ زبانی بیان کرتے اور آگے کوئی کتاب یا کاغذ نہیں رکھا کرتے ایسی احادیث تین تا چار ہزار انہیں از بر تھیں۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کے محبوب شاگردوں میں تھے۔ نہایت مقرب و بااخلاص، امام ابوحنیفہؒ کو ان سے بہت انس و تعلق تھا فرمایا کرتے تھے کہ حفص میرے دل کا سکون ہے۔

امام حفص ۱۱۷ھ میں پیدا ہوئے ۱۹۷ھ میں وفات پائی۔ رحمة اللہ علیہ

(میزان الاعتدال، ج: ۱، ص: ۵۵۷-۵۵۸ مکتبہ دارالفکر)

### (۷) امام ابو عاصم النبیل المتوفی ۲۱۲ھ

ان کا نام ضحاک بن مخلد ہے۔ مشہور محدث ہیں، کتاب صحیح البخاری و صحیح مسلم میں ان

کی روایت سے کئی احادیث موجود ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ان کی توثیق پر سارے اہل علم کا اتفاق ہے۔ نہایت بلند پایہ محدث اور نہایت پارسا و متقی انسان تھے۔ امام بخاریؒ نے روایت بیان کی ہے کہ خود امام ابو عاصمؒ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے میں یہ سنا ہے کہ غیبت حرام ہے پھر میں نے آج تک کسی کی غیبت نہیں کی۔

یہ امام ابو حنیفہؒ کے خصوصی شاگردوں میں ہیں خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی نے ان سے پوچھا امام سفیان ثوریؒ زیادہ فقیہ ہیں یا ابو حنیفہؒ؟ فرمایا: موازنہ تو ان چیزوں میں ہوتا ہے جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوں۔ امام ابو حنیفہؒ نے توفیق کی بنیاد ڈالی۔ سفیان ثوریؒ تو صرف فقیہ ہیں۔

امام ابو عاصم النبیلؒ نے ۲۱۲ھ نوے (۹۰) سال کی عمر میں وفات پائی۔

### (۸) امام عبد الرزاق بن ہمامؒ ۲۱۱ھ

علامہ ذہبیؒ نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے احد الاعلام الثقات (بڑے نامور محدث) کتاب صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ ان کی روایات سے مالا مال ہیں۔

امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا حدیث کی روایت میں آپ نے امام عبد الرزاق سے بڑھ کر کسی کو دیکھا ہے۔ جواب دیا نہیں۔ بڑے بڑے ائمہ حدیث امام سفیان بن عیینہؒ، یحییٰ بن معینؒ، علی بن المدینیؒ، امام احمد بن حنبلؒ علم حدیث میں ان کے شاگرد تھے طالبان حدیث بہت دور دور سے قطع منازل کر کے ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے حتیٰ کہ اس دور میں بعض حضرات کا قول تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی شخص کے پاس اس قدر دور دراز سے مسافتیں طے کر کے لوگ نہیں آئے۔ حدیث میں امام عبد الرزاقؒ کی ایک کتاب موجود ہے جو جامع عبد الرزاق کے نام سے معروف ہے۔ امام بخاریؒ نے اعتراف کیا ہے کہ میں نے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے ایک دفعہ ملاقات کے لئے بھی یمن کا سفر کیا، اثنائے راہ کسی نے اطلاع دی کہ امام عبد الرزاقؒ کا انتقال ہو گیا ہے واپس ہو گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی پھر جانے کا موقع نہ ملا البتہ امام عبد الرزاقؒ کی سند سے

احادیث بیان کرتے تھے۔

امام عبدالرزاقؒ نے بھی علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ سے روایات نقل کی ہیں اور ان کی خدمت میں بارہا حاضری دی ہے۔ ان کا قول تھا کہ میں نے علم و حکمت میں امام ابوحنیفہؒ سے بڑا کسی کو نہ پایا۔

امام عبدالرزاقؒ کی پیدائش ۱۲۶ھ اور وفات ۲۱۱ھ میں ہوئی۔

(میزان الاعتدال، ج: ۲، ص: ۴۷۰-۴۷۳ مکتبہ دارالفکر)

(۹) امام داؤد الطائی المتوفی ۱۶۱ھ

داؤد الطائی جہاں امت کے بڑے متقی و پارسا مشہور ہیں وہاں علم فقہ و اجتہاد میں بھی بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ محدثین کے یہاں یہ بلا اختلاف و نزاع ثقہ اور مستند ہے۔

محارب بن دینار المتوفی ۱۱۶ھ جو مشہور محدث ہیں کہا کرتے تھے کہ داؤد اگر پچھلے زمانے

میں ہوتے تو اللہ تعالیٰ قرآن میں ان کا قصہ بیان کرتا۔ (جیسا کہ قرآن حکیم کا مزاج ہے)

ابتداء میں علم فقہ و حدیث کو حاصل کیا پھر علم کلام میں کمال پیدا کیا اور بحث و مناظرہ

میں مشغول ہو گئے ایک دن کسی شخص سے گفتگو کرتے کرتے اس پر ایک کنکری پھینک ماری

اس کو یہ ناگوار گزرا کہنے لگا داؤد تمہاری زبان اور ہاتھ دونوں دراز ہو چلے۔

ان پر عجیب تاثر پیدا ہوا بحث و مناظرہ آخر دم تک ترک کر دیا پھر علم حدیث و فقہ میں

مشغول ہو گئے۔ امام محمد بن حسن شیبانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مشکل مسائل میں اکثر داؤد الطائی

سے مدد لیا کرتا تھا۔

یہ امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی شاگردوں میں تھے اور تدوین فقہ میں ان کے شریک

و معاون رہے۔ ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔ اسکنہ اللہ الفردوس (تاریخ ابن خلکان ۲۵۹/۱)

(۱۰) قاضی ابو یوسف المتوفی ۱۸۲ھ

قاضی ابو یوسف کا اسم گرامی یعقوب تھا ان کا سلسلہ نسب انصار مدینہ سے ملتا ہے

یہ ۱۱۳ھ یا ۱۱۴ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔ ابتداء میں محنت مزدوری کیا کرتے تھے۔

فرصت کے اوقات میں امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں بیٹھا کرتے۔ ایک دن باپ نے ان کو امام صاحب کی مجلس سے اٹھالیا اور اپنے کام میں شریک کر لیا۔ دو چار دن کے بعد امام ابوحنیفہؒ نے ابو یوسفؒ کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ معاشی تنگی کی وجہ سے باپ نے انہیں کام میں لگا دیا ہے۔ امام صاحبؒ نے ابو یوسفؒ کو طلب کیا اور ۱۰۰ درہم کی تھیلی دے کر فرمایا کہ یہ اپنے گھر خرچ کے لئے دے دو اور مجلس میں آیا کرو اسی طرح ماہانہ امام ابوحنیفہؒ تعاون کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا ذہن و حافظہ دیا تھا کہ مختصر عرصہ میں علوم پر بصیرت حاصل کر لی۔ حافظ ابن عبدالبرؒ جو ایک بڑے محدث ہیں فرماتے ہیں کہ ابو یوسفؒ محدثین کے پاس حاضر ہوتے اور ایک جلسہ میں پچاس ساٹھ احادیث سن کر یاد کر لیتے تھے۔ علم تفسیر، مغازی اور علم فقہ کے عظیم رکن تھے۔ علم حدیث میں ان کا یہ پایہ تھا کہ حفاظ حدیث میں شمار کئے جانے لگے۔ یحییٰ بن معینؒ کہا کرتے تھے کہ اہل کوفہ میں کوئی شخص کثیر الحدیث نہ تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ ”کان مستنداً فی الحدیث“۔ علم حدیث میں مستند تھے۔ امام مزنیؒ جو امام شافعیؒ کے مشہور شاگرد ہیں کہا کرتے تھے کہ ”ابو یوسفؒ اتباع القوم للحدیث“ ابو یوسفؒ قوم میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہیں۔

خطیب بغدادیؒ نے اپنی تاریخ میں امام احمد بن حنبلؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابتداءً جب علم حدیث کا شوق ہوا تو میں ابو یوسفؒ کی مجلس میں حاضر ہوا۔

امام یحییٰ بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اور بہت سارے محدثین نے امام ابو یوسفؒ سے احادیث نقل کی ہیں یہ تمام اقوال علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کئے ہیں۔

اور یہ بات تو مسلم ہے کہ فقہ حنفی کی تدوین و تالیف میں امام ابو یوسفؒ شریک ہیں۔ امام ابو یوسفؒ نے ۵ ربیع الاول ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ ادخلہ اللہ فی جوار رحمته

(۱۱) امام محمد بن الحسن الشیبانی المتوفی ۱۸۹ھ

(صاحب ابی حنیفہؒ)

ان کا اصلی وطن شہر دمشق (ملک شام) تھا یہ ۱۳۵ھ میں قریب کے قریہ واسطہ میں



پیدا ہوئے پھر ان کا کوفہ جانا ہوا، وہاں بڑے بڑے محدثین و فقہاء کی صحبت اٹھائی۔ امام مسعر بن کدّام، امام سفیان ثوری، امام مالک بن دینار، امام اوزاعی، سے حدیثیں روایت کی۔ کم و بیش دو سال تک امام ابوحنیفہ کی خدمت میں رہے یہ فقہ حنفی کے دوسرے بازو شمار کئے جاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی وفات کے بعد قاضی ابو یوسف سے تکمیل علم کیا پھر مدینہ منورہ جا کر امام مالک سے حدیث پڑھی۔ صرف بیس سال کی عمر میں مسند درس پر بیٹھے۔ امام محمد بن الحسن کی درسگاہ سے اگرچہ بہت سے علماء نے تکمیل علم کی۔ لیکن ان سب میں امام شافعی کا نام خصوصیت سے لیا جاتا ہے کہ امام شافعی نے علم کا بھرپور حصہ پایا۔ ہمارے زمانے کے کم علم اور کوتاہ نظروں کو اس پر تعجب ہے لیکن یہ غلطی گزشتہ زمانے میں بھی علامہ ابن تیمیہ سے سرزد ہوئی لیکن آج پھر دہرایا جا رہا ہے۔ حق کو دبایا تو جاسکتا ہے مٹایا نہیں جاسکتا۔ تاریخ و رجال کی کتابیں اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے کافی ہیں، مطالعہ کیا جائے۔

علم حدیث میں امام محمد بن الحسن کی مشہور کتاب ”موطأ امام محمد“ آج بھی موجود ہے اس کے علاوہ کتاب الحج بھی جس میں اکثر حدیثیں روایت کی ہیں۔

امام محمد کی تصنیفات تعداد میں بہت ہیں فقہ حنفی کا مدار انہیں کتابوں پر ہے، ان کی یہ چھ کتابیں مشہور و معروف ہیں جو موجودہ فتاویٰ حنفیہ کا ماخذ ہیں۔

مبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، زیادات، کتاب الحج، سیر صغیر و سیر کبیر۔

(۱۲) امام زفر المقوفی ۱۵ھ

امام زفر عربی النسل تھے، ابتدائی عمر میں علم حدیث سے شغول تھا اسی وجہ سے علامہ نووی نے ان کو صاحب الحدیث میں شمار کیا ہے پھر علم فقہ کی جانب توجہ کی اور اخیر عمر تک یہی مشغلہ رہا۔ (تہذیب الاسماء/۱۹۷)

امام محمد بن معین جو اسماء الرجال کے مسلم امام تسلیم کئے جاتے ہیں ان کا قول ہے۔

”زفر صاحب الرأي ثقة مأمون“

ترجمہ: زفر صاحب اجتہاد، ثقہ، محفوظ العلم آدمی تھے۔

(تہذیب اللغات: نوویؒ/۱۹۷۱)

بعض لوگوں نے ان کی تضعیف کی لیکن مبہم قابل اعتماد نہیں، ان کو اجتہادی مسائل میں درجہ کمال حاصل تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس فقہ کے ارکان میں شامل تھے۔ قضاء کا عہدہ بھی ملا تھا۔ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۵۸ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۳) قاسم بن معن المتوفی ۱۷۵ھ

بہت بڑے محدث تھے ان کی شان و عظمت کے لئے یہ کافی ہے کہ کتب صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) کے مصنفین نے ان سے روایات نقل کی ہیں ان کو علم حدیث و فقہ دونوں میں کمال حاصل تھا۔ امام ابوحنیفہؒ سے نہایت محبت و اخلاص کا معاملہ تھا۔ امام صاحب کی مجلس علمی کے یہ بھی رکن تھے۔

۱۷۵ھ میں انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیہ۔

(۱۴) امام اسد بن عمرو

یہ پہلے شخص ہیں جن کو امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں تحریر کا کام سپرد کیا گیا تھا بہت بڑے رتبہ کے شخص ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے ان سے بھی احادیث نقل کی ہیں۔ اور امام ترمذی بن معینؒ نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ ہلال رازیؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہارون رشید مکہ مکرمہ گیا تھا طواف سے فارغ ہو کر خانہ کعبہ میں داخل ہوا اور ایک جگہ بیٹھ گیا تمام اہل دربار اور ہاشمی سردار کھڑے تھے مگر ایک شخص خلیفہ ہارون کے برابر بیٹھا رہا۔ مجھ کو تعجب ہوا لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اسد بن عمروؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔

(الجواہر المفضیہ ۱/۳۷۸ مکتبہ مؤسسۃ الرسالۃ)

(۱۵) محدث علی بن مسہر المتوفی ۱۸۹ھ

علی بن مسہرؒ نے علم حدیث امام اعمشؒ اور امام ہشام بن عروہؒ سے حاصل کیا تھا۔ یہ

بھی اتنے بڑے محدث تھے کہ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے ان سے احادیث نقل کیں ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ ان کے فضل و کمال کا اعتراف کرتے تھے۔ امام سفیان ثوریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی تصنیفات پر جو اطلاع حاصل کی، علی بن مسہرؒ ہی کے ذریعہ حاصل کی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی شاگردوں میں تھے۔ شہر موصل کے قاضی تھے۔ ۱۸۹ھ میں انتقال کیا۔  
 علیہ الرحمۃ۔ (الجواہر المضمیۃ ۲/۶۱۳-۶۱۴ مکتبہ مؤسسۃ الرسالۃ)

### (۱۶) محدث عافیہ بن یزید

یہ وہی عالم ہیں جن کی نسبت امام ابوحنیفہؒ مجلس تصنیف میں فرمایا کرتے تھے کہ جب تک عافیہ بن یزیدؒ نہ آچکیں کسی مسئلہ کو قلم بند نہ کرو۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ ”کان من خيار القضاة“ نیک نام قاضیوں میں شمار تھا۔

### (۱۷) محدث حبان المتوفی ۱۷۲ھ

کثیر الروایۃ تھے۔ امام ابن ماجہؒ نے ان کی متعدد روایات اپنی کتاب سنن ابن ماجہ میں نقل کیں ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ سے خصوصی تعلق رکھتے تھے۔ امام صاحب بھی ان کی قوتِ حفظ کے مداح تھے ۱۷۲ھ میں انتقال کیا۔

### (۱۸) محدث مندل المتوفی ۱۶۵ھ

یہ امام حبانؒ کے بھائی تھے۔ علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ، امام اعمشؒ، ہشام بن عروہؒ، عاصم بن الاحولؒ، سے روایات نقل کیں ہیں۔ نہایت متقی متورع انسان تھے۔ امام ابوحنیفہؒ سے انہیں خصوصی تعلق تھا۔ ۱۶۵ھ میں انتقال کیا۔ (میزان الاعتدال ۴/۱۶۵ مکتبہ دارالفکر)

## امام ابوحنیفہؒ اور منصب حدیث

امام ابوحنیفہؒ کو علم حدیث میں کیا مرتبہ حاصل تھا اور ان کا محدث، حافظ الحدیث ہونا گزشتہ اوراق میں آپ نے پڑھ لیا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ جس شخص نے بیس سال کی عمر سے علم حدیث پر توجہ دی ہو اور ایک مدت تک اسی کام میں مشغول رہا ہو اور جس نے کوفہ

(بلد العلم) کے مشہور شیوخ حدیث سے سند فضیلت لی ہو اور جو مکہ المکرمہ کے حرم محترم کی درسگاہوں میں تحصیل حدیث کرتا رہا ہو اور جس کو بلد الرسول مدینہ منورہ کے شیوخ نے عزت دی ہو اور جس کے اساتذہ حدیث میں عطاء بن ابی رباحؓ، نافع بن عمرؓ، عمر بن دینارؓ، محارب بن دثارؓ، امام اعمش کوئیؓ، امام باقرؓ، علقمہ بن مرشدؓ، مکحول شامیؓ، اوزاعیؓ، محمد بن مسلم زہریؓ، ابواسحاق السبئیؓ، عبدالرحمن بن ہرمز الاعرجؓ، ہشام بن عروہؓ، سلیمان بن یسارؓ وغیرہم ہوں۔ یہ سب حضرات علم حدیث کے ارکان ہیں اور جن کی روایات سے امام بخاریؒ و امام مسلمؒ مالا مال ہیں ایسا شخص کس رتبہ کا حامل ہوگا؟ علاوہ ازیں امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کو بھی دیکھا جائے امام یحییٰ بن سعید القطانؒ جو علم حدیث، جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ امام عبدالرزاقؒ بن ہمام جن کی ”جامع کبیر“ سے امام بخاریؒ نے استفادہ کیا ہو۔ یزید بن ہارونؒ جو امام احمد بن حنبلؒ کے استاذ ہیں، امام وکیع بن الجراحؒ جن کی نسبت امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ علم حدیث میں میں نے ان کا ہمسر نہیں دیکھا۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ جو علم حدیث میں امیر المؤمنین فی الحدیث تسلیم کئے جاتے ہیں۔ یحییٰ بن زکریاؒ جن کو امام علی بن المدینیؒ (امام بخاریؒ کے استاذ) ”رأس العلم“ کہا کرتے تھے۔ یہ سب حضرات علم حدیث کے آفتاب و مہتاب امام ابوحنیفہؒ کے نہ صرف شاگرد تھے بلکہ برسوں انہوں نے ان کے دامن فیض میں تعلیم پائی تھی اور اس تعلق پر ان حضرات کو فخر و ناز بھی تھا یہ سب امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں، امام عبداللہ بن المبارکؒ کہا کرتے تھے اگر اللہ امام ابوحنیفہؒ اور سفیان الثوریؒ سے میری مدد نہ کرتا تو میں ایک عام آدمی ہوتا۔

(تہذیب التہذیب ۵/۶۳۰ مکتبہ دار احیاء التراث العربی)

امام وکیع بن الجراحؒ اور یحییٰ بن ابی زائدہؒ، امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں اتنی مدت تک رہے کہ عام طور پر ان دونوں کو صاحب ابی حنیفہؒ کہا جانے لگا۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے عظیم المرتبت حضرات جو حدیث و درایت کے پیشوا اور مقتدا ہوں کیا کسی معمولی شخص کے زانوائے تلمذتہہ کر سکتے ہیں؟ ”فاعتبروا یا اولی الالباب“ امام ابوحنیفہؒ کا مجتہد مطلق ہونا ایک ایسا مسلمہ مسئلہ ہے جس کا گزشتہ بارہ سو (۱۲۰۰) سال کی اس طویل مدت میں کسی نے انکار

نہیں کیا۔

علامہ ذہبیؒ جو زمانہ مابعد کے تمام محدثین کے پیشوا اور امام ہیں حفاظ حدیث کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو علم نبوی کے حامل ہیں اور جن کے اجتہاد پر اعتماد کیا جاتا ہے اسی کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی شاگرد امام ابو یوسفؒ کو بھی حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ / مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

یہ تمام باتیں اس بات کی شہادت ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ جو علم حدیث میں وہ مقام و مرتبہ حاصل تھا جس کے حامل امت میں چند ایک نفوس ہی ہیں جن پر حدیث و فقہ کی بلندیاں ختم ہو گئیں۔ محدثین کی تعداد اگرچہ بے شمار ضرور ہے لیکن ایسے محدثین جو اصول فقہ کے موجد و معلم ہوں، چند ایک ہی پیدا ہوئے ہیں۔

امام بخاریؒ جو حدیث میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں، فقہ اسلامی میں ان کی خدمات ویسی نہیں جیسا ائمہ اربعہ میں پائی جاتی ہیں۔ اس کے باوجود کسی نے امام بخاریؒ یا دیگر محدثین کرام پر فقہ اسلامی میں قلتِ علم کا الزام نہیں لگایا۔ کیونکہ ان کا یہ میدان ہی نہ تھا۔ تو پھر امام ابوحنیفہؒ پر ایسا غیر معقول الزام کیوں؟

علم حدیث اور علم فقہ دو مستقل علم ہیں اور دونوں کے میدان بھی علیحدہ علیحدہ ہیں حقیقت یہ ہے کہ دورِ اول میں جو لوگ علم حدیث کے درس و تدریس میں مشغول تھے ان میں دو طبقات ہو گئے۔

## پہلا طبقہ

وہ جن کا کام صرف حدیثوں اور روایات کو جمع کرنا تھا یہ حضرات حدیث کو برائے حدیث نقل کرتے تھے ان کو معنی و مطلب حتیٰ کہ نسخ و منسوخ سے بھی کچھ سروکار نہ تھا۔

## دوسرا طبقہ

وہ جن کا کام احادیث سے احکام کا استخراج، مسائل کا استنباط وغیرہ سے بحث کرنا

ہوتا تھا۔ اگر احکام میں کوئی واضح صراحت نہ ملتی تو قیاس سے کام لینا اور مفہوم حدیث کو ظاہر کرنا اور مسئلہ کی حیثیت کو واضح کرنا اگرچہ یہ دونوں طبقات حدیث ہی سے وابستہ ہیں اور حدیث ہی کی خدمت میں مشغول ہیں تاہم وصف غالب کے لحاظ سے دونوں کا میدان ایک جیسا نہیں۔ پہلے طبقے کو اہل روایت و اہل حدیث کہا گیا اور دوسرے طبقے کو مجتہدین اور اہل فقہ کے نام سے پکارا گیا۔ تاکہ دونوں کی خدمات ممتاز ہو جائیں۔

امام مالک، امام سفیان ثوری، امام اوزاعی، اسی لئے اہل فقہ کہلائے کہ وہ محدث ہونے کے ساتھ مجتہد مستقل اور بانی مسلک بھی تھے ایسے ہی امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک وغیرہم کا حال ہے۔ علم حدیث کے لئے علم فقہ کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن علم فقہ کے لئے علم حدیث کی ضرورت اور اس میں مہارت بھی ضروری ہے اس لحاظ سے فقہ علم فقہ کے علاوہ علم حدیث کے ماہر اور کامل کو کہا جاتا ہے۔ امت مسلمہ میں جس کثرت سے محدثین پیدا ہوئے ہیں ایسے ہی ائمہ و فقہاء کی کثرت رہی ہے۔ اللہم متعنا بعلومہم و فیوضہم و نور قبورہم۔

## فقہ اسلامی کی تدوین

جیسا کہ لکھا گیا امام ابوحنیفہ کی زندگی کا نصب العین قانون شریعت کو مدون کرنا تھا جس کے لئے احادیث کا وجود ضروری تھا امام ابوحنیفہ نے احادیث نبویہ کے حصول کے لئے جن جن ائمہ حدیث سے استفادہ کیا ان کی تفصیل گزشتہ اوراق میں درج کر دی گئی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے جو اصول و ضوابط مدون کئے وہ قانون اسلامی کا ابدی کارنامہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔

”پہلے میں کتاب اللہ اور سنت نبویہ کو اختیار کرتا ہوں جب کوئی مسئلہ کتاب اللہ اور سنت نبویہ میں نہ ملے تو صحابہ کرام کے اقوال و اعمال کو اختیار کرتا ہوں اس کے بعد دوسروں کے فتاویٰ کے ساتھ اپنے اجتہاد و قیاس پر توجہ دیتا ہوں، جب مسئلہ قیاس و اجتہاد پر آجاتا ہے

تو پھر اپنے اجتہاد کو ترجیح دیتا ہوں۔ (موفق، ج: ۱، ص: ۲۲)

امام ابو حنیفہؒ کا یہ زریں اصول آج تک وہی وزن رکھتا ہے جو ابتداء میں رکھتا تھا اس میں کسی بھی امام مجتہد کو اختلاف نہیں، تدوین فقہ میں بقیہ تینوں ائمہ کا یہی اصول رہا ہے۔  
امام ابو حنیفہؒ کا یہ اصول ان کا اپنا خانہ زاد نہ تھا بلکہ اس مشہور حدیث کی پیروی تھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو وصیت کی تھی۔

حضرت معاذؓ کو آپ نے یمن کا حاکم بنا کر روانہ کرتے وقت پوچھا اے معاذ تم کس بنیاد پر فیصلے کرو گے؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پہلے کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا اگر اس میں کوئی جواب نہ ملے تو آپ کی ہدایت و سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا، اگر اس میں بھی نہ ملے تو اپنی عقل و رائے سے فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جواب پر اپنی مسرت کا اظہار فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اسی بات کی توفیق دی جس کو اس کا رسول پسند کرتا ہے۔ (ابوداؤد ۱۴۹/۲، ترمذی ۱/۲۳۷)

امام ابو حنیفہؒ نے اپنے سینکڑوں شاگردوں میں چالیس ایسے ماہر و کامل حضرات کو منتخب کیا تھا جو علوم اسلامیہ میں مسلمہ حیثیت رکھتے تھے۔ مجلس تدوین فقہ کے بارے میں مشہور محدث و کیج بن الجراحؒ لکھتے ہیں۔

”امام ابو حنیفہؒ کے کام میں کس طرح غلطی ہو سکتی ہے جب کہ واقعہ یہ ہے کہ ان کی مجلس میں امام ابو یوسفؒ، محمد بن الحسن الشیبانیؒ، زفرؒ جیسے قیاس اور اجتہاد کے ماہر موجود ہوں اور حدیث کے بارے میں سحکی بن زکریاؒ، حفص بن غیاثؒ، حبانؒ، مندلؒ، عبد اللہ بن المبارکؒ جیسے ائمہ حدیث ہوں، اور لغت و عربیت کے ماہر قاسم بن معنؒ جیسے حضرات شامل تھے۔ علاوہ ازیں زہد و تقویٰ میں شہرہ آفاق داؤد الطائیؒ، فضیل بن عیاضؒ جس شخص کے ہم نشین ہوں وہ کیونکر خطا کر سکتا ہے؟ اور اس کو خطا پر کس طرح چھوڑا جا سکتا ہے؟“

امام و کیج بن الجراحؒ کا یہ تبصرہ اس صورت میں پیش آیا تھا جب کہ کسی شخص نے ان کی مجلس میں یہ کہہ دیا تھا کہ فلاں مسئلہ میں ابو حنیفہؒ سے خطا ہو گئی۔ اس پر و کیجؒ برس پڑے اور مذکورہ تبصرہ کر دیا۔ (جامع المسانید ص: ۳۳)

بہر حال امام ابوحنیفہؒ کا یہ کام ۱۲۰ھ سے ۱۵۰ھ تک جاری رہا۔ یہ کام امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے شاگردوں کا ایک ایسا لازوال کارنامہ ہے جس کی نظیر اسلامی تو اسلامی غیر اسلامی تاریخوں میں بھی نظر نہیں آتی۔ فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔

## فقہ امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں

فقہ حنفی کا سرمایہ

علامہ کوثریؒ نے لکھا ہے کہ کتاب الرائے، کتاب اختلاف الصحابہ، کتاب الرد علی قدریہ، العالم والمعتلم، کتاب الآثار، مسند ابی حنیفہؒ، فقہ اکبر، (کتاب الآثار جس کو امام ابوحنیفہؒ نے چالیس ہزار احادیث سے مرتب کیا) (المناقب للموفق، ج: ۲، ص: ۹۰، عقود الجواہر، ج: ۱، ص: ۲۳) امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے۔

”من لم ينظر في كتب ابی حنیفہ لم يتبحر في الفقه“  
ترجمہ: جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں سے بے نیاز رہے گا اس کو علم میں مہارت نصیب نہ ہوگی۔

(اخبار ابی حنیفہؒ ۸۷/۱ مکتبہ عالم الکتب)

شیخ الاسلام یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں کہ اگر تم فقیہہ بننا چاہتے ہو تو امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرو میں نے کسی بھی فقیہہ کو ان کی کتابوں سے بے نیاز نہیں دیکھا۔

(تاریخ بغداد، ج: ۳، ص: ۳۲۲ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ فقہ اسلامی کے مرتب اول ہیں اور دیگر ائمہ نے آپ کی ہی تحقیقات سے استفادہ کیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے فقہی مجموعہ کا ذخیرہ آپ کے دونوں شاگرد امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کا مرہون منت ہے وہ کتابیں جو (کتب فقہ ابی حنیفہؒ) کے نام سے مشہور ہیں ان کے نام درج کئے جاتے ہیں۔



## کتب ظاہر الروایہ

اس میں چھ کتابیں شمار کی جاتی ہیں۔

### (۱) جامع صغیر

اس کتاب میں امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ کی روایت سے امام ابو حنیفہؒ کے تمام مسائل جمع کئے ہیں اس کتاب کے مسائل کی تعداد (۵۳۳) ہے جن میں (۱۷۰) مسائل میں امام محمدؒ نے اختلاف بھی کیا ہے۔ اس کتاب کی چالیس شروحات لکھی گئیں۔

(الجواہر المصنوعہ ج: ۲، ص: ۲۳۹)

### (۲) جامع کبیر

یہ کتاب جامع صغیر کی طرح ہے مگر اس میں مسائل زائد ہیں۔ اس کتاب میں امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کے ساتھ امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ کے بھی اقوال شامل ہیں۔ ہر مسئلہ کی دلیل بھی ہے۔ بعد کے فقہاء نے اصول فقہ کے مسائل اسی کتاب سے اخذ کئے ہیں۔ اس کتاب کی بھی کئی ایک شرحیں ہیں۔

تبصرہ:-

اس کتاب کی جامعیت اور وسعت و تحقیقی کیفیت دیکھ کر ایک عیسائی عالم مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کا دلچسپ تبصرہ یہ تھا۔

”جب مسلمانوں کے چھوٹے محمد (محمد بن حسن الشیبانی) کا یہ حال ہے تو بڑے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کیا حال ہوگا؟“ لا الہ الا اللہ .

### (۳) مبسوط

یہ امام محمدؒ کی پہلی کتاب ہے ”الاصول“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب میں امام محمدؒ نے سینکڑوں مسائل جمع کئے ہیں جن کا امام ابو حنیفہؒ نے جواب دیا ہے اور وہ مسائل

بھی ہیں جن میں امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ نے اختلاف بھی کیا ہے۔

#### (۴) زیادات

اس کتاب میں وہ مسائل ہیں جو جامع کبیر، جامع صغیر میں درج ہونے سے رہ گئے تھے۔

#### (۵) السیر الصغیر

اس کتاب میں حکومت و سیاست اور جہاد کے مسائل درج ہیں جب امام اوزاعیؒ (ملک شام کے محدث) نے اس کتاب کو دیکھا تو اس کو پسند کیا اور طعن بھی کیا کہ عراق کے علماء کو سیاست و حکومت سے کیا تعلق؟ امام محمدؒ نے جب یہ طعن سنا تو سیر کبیر مرتب کی۔

#### (۶) السیر الکبیر

یہ کتاب (۱۶۰) اجزاء پر مشتمل ہے جب امام محمدؒ نے اس کتاب کو مرتب کیا تو شام کے محدث وقت امام اوزاعیؒ نے بہت پسند کیا۔ علامہ ابن القیمؒ نے فرمایا: ”امام محمدؒ کی یہ آخری کتاب ہے۔“

یہ چھ کتابیں فقہ حنفی کی بنیاد اور اس کا سرمایہ ہیں۔

چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں ابو الفضل محمد بن احمد مروزی المعروف حاکم شہیدؒ نے ”الکافی“ کے نام سے ایک کتاب لکھی اس میں کتب ظاہر الروایات کے تمام مسائل جمع کر دئے ہیں۔

امام سرحسیؒ نے اس ”کتاب الکافی“ کی (۳۰) جلدوں میں شرح لکھی ہے جو ”المبسوط“ کے نام سے مشہور ہے جو آج بھی ہر جگہ مہیا ہے۔

#### کتب النوادر

کتب ظاہر الروایہ کے علاوہ امام محمدؒ کی دیگر کتب فقہ کو ”کتب النوادر“ کہا جاتا ہے۔ جس میں لسانیات، جرجانیات، ہارونیات، امالی امام محمدؒ، نوادر ابن رستم نامی

کتابیں شامل ہیں۔ ان کتابوں کے مسائل موجودہ کتب فقہ اور فتاویٰ میں پائے جاتے ہیں۔ ان فقہی مسائل کے دلائل وہ احادیث ہیں جو کتب صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) وغیرہ سے ڈیڑھ سو (۱۵۰) سال پہلے مسانید و آثار و سنن کے نام سے معروف تھیں۔ ایسی ساری احادیث کو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ارشد تلامذہ میں شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے ”اعلاء السنن“ نامی کتاب میں جمع کر دیا ہے۔

جو آج ہر کتب خانے میں دستیاب ہے۔ فللہ درہ

چودھویں صدی ہجری کا یہ عظیم کارنامہ آج ان سب اسکالروں و سلفیوں کی زبان بندی کے لئے کافی ہے جو فقہ حنفی کو احادیث رسول ﷺ کے خلاف کہا کرتے ہیں جنہوں نے راویان حدیث پر کلام کیا ہے اور ہر وہ حدیث جو ان کی نظر و فکر اور مسلک کے خلاف ہو کچھ نہ کچھ جواب دے کر دوسروں کو خاموش کر دینے کی ناکام کوشش کی ہے خاص طور پر ان عوام کو جو حدیث تو حدیث عربی زبان سے بھی واقف نہیں ہیں خوب خوب گمراہ کیا ہے۔

اللہم اهد قومی فانہم لایعلمون۔

یہ ان کا اپنا کردار ہے جس پر وہ مطمئن ہیں۔ وسیعلم الذین ظلموا ای

منقلب ینقلبون۔

یہ حضرات یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ کس راوی پر کلام نہیں کیا گیا جو ان کے راویوں پر کلام نہ کیا جائے گا؟ جن احادیث کو ضعیف کہا گیا انہی احادیث کے راویوں کی تائید و توثیق کو بحال بھی کیا جاتا ہے۔

ایک محقق ایک راوی کو غیر ثقہ و ضعیف کہتا ہے تو دوسرے محقق نے اس کی تائید و توثیق کی ہے۔ کتب اسماء الرجال میں اس کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں۔ بے علم یا کم علم کو تو سمجھایا جاسکتا ہے۔ پڑھے لکھے جن کو کون سمجھائے؟ بخاری و مسلم کی بعض روایات پر کلام کیا گیا۔ لیکن بعض دوسروں نے اس کو قبول کیا تو کیا ایسی روایات کو ضعیف اور جھوٹی، من گھڑت جیسا کہ موجودہ دور کے سلفیوں و اسکالروں کا شعار ہے کیا کہا جائے گا؟

اور کیا ان کا نقل کرنا گناہ و گمراہی سمجھا جائے گا؟ بسو فت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی  
 امام بخاریؒ کی کتاب بخاری شریف کے (۴۳۰) اپنے خصوصی راویوں میں سے اسی  
 (۸۰) راوی ایسے ہیں جن پر اہل علم نے کلام کیا ہے تو کیا ان سب احادیث کو ضعیف شمار  
 کیا جائے گا؟ اور کیا ان کا اعتبار نہ ہوگا؟

ایسے ہی کتاب مسلم شریف کے چھ سو بیس (۶۲۰) خصوصی راویوں میں سے ایک سو  
 ساٹھ (۱۶۰) راوی ایسے ہیں جن پر اہل تحقیق نے کلام کیا ہے (دیکھئے مقدمہ فتح الباری  
 ص: ۵) تو پھر کیا ان سب کی احادیث کو ضعیف اور غیر معتبر کہا جائے گا؟ دور حاضر کے  
 اسکالروں اور سلفیوں کا یہ بڑا المیہ ہے کہ انہوں نے احادیث ضعیفہ کی نہ حقیقت کو سمجھا اور نہ  
 سمجھنے کی کوشش کی۔ کسی حدیث کا ضعیف ہونا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ حدیث جھوٹی، من  
 گھڑت یا دیوانہ کلام ہے۔ جیسا کہ ان کی زبانوں کا تکیہ کلام ہے۔ بارہ سو (۱۲۰۰) سال  
 سے ایسی ضعیف احادیث مستند کتابوں میں نقل ہوتی آرہی ہیں اور ان پر کلام در کلام  
 ہوتا چلا آرہا ہے پھر بھی ان کو محدثین نقل کرتے آرہے ہیں کیوں نہ پہلے ہی دن ان روایات  
 کو کتابوں سے نکال دیا گیا ہوتا؟ خود بخاری شریف کی پہلی اور آخری حدیث ”غریب“ شمار  
 کی گئی ہے جو احادیث ضعیفہ کی ایک قسم ہے اس کے باوجود روز اول سے آج تک بلا کسی نکیر  
 و اعتراض کے کتاب بخاری میں نقل ہوتے آرہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک نقل ہوتے  
 رہیں گے۔

یہ ان کے علم و عقل کا افلاس نہیں تو اور کیا ہے کہ راویوں پر کلام کر کے کلام رسول ﷺ  
 کو مجروح کرنا بلکہ اس کا انکار کر دینا اور اس کو جھوٹی و من گھڑت قرار دینا انکار حدیث کا  
 چور دروازہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اس حقیقت کو ہم دو چار مثالوں سے واضح کرنا چاہتے ہیں۔

## راویوں پر تنقید کی حقیقت

پہلی مثال:

جابر جعفیؒ (کوفی) ایک مشہور راوی حدیث ہیں جن کو دعویٰ تھا کہ ہزاروں احادیث

کے وہ حافظ ہیں، ان کے بارے میں ناقدین حدیث کی مختلف رائے ہیں۔  
امام سفیان الثوریؒ کا قول ہے کہ میں جابر جعفیؒ سے زیادہ محتاط کسی اور راوی کو نہیں  
دیکھا۔

امام شعبہؒ (جو امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں) فرمایا  
کرتے تھے جابر جعفیؒ ایک ایسا دیباقتم کاراوی ہے (غیر معتبر)  
امام سفیان ثوریؒ نے جب یہ سنا تو امام شعبہؒ سے فرمایا اگر تم جابر جعفیؒ کے بارے میں  
گفتگو کرو تو میں تمہارے بارے میں گفتگو کروں گا۔ اسی طرح امام وکیع بن الجراحؒ کا قول  
ہے کہ تم لوگ کسی بات میں شک کرو تو کر لو لیکن جابر جعفیؒ کے بارے میں کچھ نہ کہو وہ ثقہ  
(قابل اعتماد) ہیں۔

دوسری مثال:

”الاذنان من الرأس“ الحدیث (ابوداؤد ۱۸/۱ باب صفة وضوء  
النبی)۔ یعنی وضو میں سر کے مسح کے لئے جو پانی لیا جاتا ہے وہی پانی کان کے مسح کے لئے  
کافی ہے۔ (فقہ حنفی یہی ہے) جدید پانی لینے کی ضرورت نہیں۔  
امام شافعیؒ کی طرف سے جواب دیا گیا کہ مذکورہ حدیث میں دو راوی ایک سنان بن  
ربیعہ مضطرب الحدیث ہیں اور دوسرے راوی شہر بن حوشب کو امام ابن عدیؒ نے ضعیف  
کہا ہے۔

فقہ حنفی میں اس کا یہ جواب دیا گیا کہ امام احمد بن حنبلؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ نے شہر  
بن حوشب کو ثقہ کہا ہے اور پہلے سنان بن ربیعہ کے بارے میں کہا ہے کہ ان کا غیر ثقہ ہونا  
ثابت نہیں۔ دیکھئے یہاں بھی ایک راوی کے بارے میں مختلف رائے ہیں۔

تیسری مثال:

”من مس ذكره فليتوضأ“ الحدیث (ابوداؤد ۱۵/۲۳) شرم گاہ کو ہاتھ  
لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہی حکم بعض ائمہ حدیث کا مسلک ہے۔

امام نسائی کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ایک راوی اسحاق غیر ثقہ ہے۔ لیکن امام ترمذی بن معین اور امام شعبہ نے ان کو ثقہ کہا ہے یہاں بھی ایک راوی کے بارے میں مختلف رائے ہے۔  
چوتھی مثال:

نماز میں بار بار ہاتھ نہ اٹھانے (عدم رفع یدین) والی حدیث کا ایک راوی عاصم بن کلیب کو بعض ائمہ نے ضعیف کہا ہے لیکن امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے (یعنی قابل اعتماد قرار دیا ہے۔) یہاں بھی ایک راوی کے بارے میں دونوں کلام ہیں یہ آپ کا اپنا فیصلہ ہے کہ جس کسی کو چاہے اختیار کر لیں۔ لیکن یہ اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ یہ عوامی کام نہیں ہے اسکا لروں نے اس کو عام کر دیا۔ انا للہ۔

پانچویں مثال:

ابوداؤد شریف (۱۱۸/۱) کی ایک حدیث (لاصلوۃ الا بقرآن : الحدیث) (تلاوت قرآن کے بغیر نماز نہیں) کے ایک راوی جعفر بن میمون کو امام نسائی نے ضعیف کہا ہے۔

لیکن امام احمد بن حنبل نے انہیں صالح الحدیث (ثقہ) کہا ہے اسی طرح امام ترمذی بن معین اور امام ابن حبان نے بھی انہیں ثقات (قابل اعتماد) راویوں میں شمار کیا ہے۔ علوم حدیث میں یہ مسئلہ ایسا پیچیدہ اور اہم ترین ہے کہ کوئی قطعی فیصلہ کرنا مشکل اور قلیل الوجود ہو جاتا ہے ایک شخص کو بہت سے لوگ نہایت ثقہ، متدین، راست باز خیال کرتے ہیں، اسی شخص کو دوسرے حضرات ضعیف الروایۃ، غیر ثقہ، ناقابل اعتماد سمجھتے ہیں۔ یہ سب اپنی اپنی معلومات کے تحت ہوا کرتا ہے۔ لطف تو یہ کہ ہر دو تبصرہ نگار اس رتبہ کے ہوتے ہیں کہ جن کی عظمت و شان سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

امام بخاری و امام مسلم میں اگرچہ سخت اختلاف نہیں ہے۔ تاہم بہت سارے راویوں کے بارے میں دونوں اختلاف کرتے ہیں ایک قابل حجت جانتا ہے تو دوسرا انہیں تسلیم نہیں کرتا۔

علامہ نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں بعضوں کے نام لکھے ہیں اور محدث حاکم کی کتاب المدخل سے نقل کیا ہے کہ ان راویوں کی تعداد جن سے امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں احتجاج کیا ہے اور امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ان سے حجت نہیں لی ایسے راوی چھ سو پچیس (۶۲۵) ہیں۔ کتاب میزان الاعتدال دیکھی جائے تو سینکڑوں راوی ایسے ملتے ہیں جن کے ثقہ ہونے اور غیر ثقہ ہونے میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ طبعی بات ہے کہ جو لوگ احادیث رسول ﷺ میں مشغول ہیں ان کو راویوں کی نیک نامی، نیک شہرت پر ہی اکتفاء کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ جرح و تعدیل کے اصول و قواعد موجود ہیں لیکن وہ قواعد اور اصول بھی خود اجتہادی اور مختلف فیہ ہیں۔ ایسے اصول سے ظن غالب کا لحاظ تو کیا جاسکتا ہے۔ یقین و قطعیت کیونکر تسلیم کی جائے گی؟ لہذا کسی صاحب علم کی تنقید یا تبصرہ سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں۔

محض اپنی تنقید و تبصرے سے کسی راوی کو ضعیف یا غیر ثقہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ تاہم یہ خود اس کا اپنا فیصلہ ہوگا دوسروں پر کیونکر لاگو ہوگا، جب کہ دیگر اہل علم اس سے اختلاف بھی کرتے ہوں۔

امام بخاری کے اپنے خصوصی راویوں میں (جن میں امام مسلم کا کوئی راوی شریک نہیں) (۴۳۰) چار سو تیس راوی ہیں ان میں کم و بیش (۸۰) اسی راوی ایسے بھی ہیں جن پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔ اسی طرح امام مسلم کے اپنے خصوصی راویوں میں (جن میں امام بخاری کا کوئی راوی شریک نہیں) چھ سو بیس (۶۲۰) ہیں ان میں کم و بیش ایک سو ساٹھ (۱۶۰) راوی ایسے ہیں جن پر ضعیف ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص: ۱۴)

اس حقیقت کے بعد بھی کتاب بخاری اور کتاب مسلم "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کہلائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ راوی پر تنقید و تبصرہ کوئی الہی یا وحی الہی جیسا پختہ حکم نہیں ہوتا بلکہ اپنی اپنی معلومات کے تحت کیا جاتا ہے۔ اور جن اصولوں کے تحت بھی کیا جاتا ہے وہ بھی تو اپنے ہی ظنی و معلوماتی قسم کے تبصرے ہوا کرتے ہیں ان سے بھی کوئی قطعیت یا یقین پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ سب ظنی و قیاسی ہوا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں جن

راویوں پر ناقدین نے تبصرہ کیا ہے اسی درجے کے دوسرے ناقدین نے انہی راویوں کو عادل، ثقہ قرار دیا ہے۔ تو پھر ایسی صورت میں کس کا فیصلہ قبول کیا جائے گا؟ اور کونسی حدیث رسول ﷺ کو اختیار کیا جائے گا؟ جب کہ راویوں کے اختلاف سے حدیث رسول ﷺ ناقابل قبول بلکہ رد کی جا رہی ہے۔ نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد ایک اہم اور نہایت اہم نکتہ بھی مطالعہ کریں۔ کتب حدیث میں ایسی سینکڑوں احادیث ہیں جن کو اسماء الرجال کے علماء نے ضعیف و منکر و شاذ قرار دیا ہے۔ یہ ساری احادیث ایسی ہیں جن کو نقل کرنے والے چار چار، چھ چھ راوی ہوتے ہیں ان میں صرف ایک راوی کسی کی تحقیق میں غیر ثقہ قرار پایا تو بقیہ چار پانچ راویوں کا اعتبار اور ان کا اعتماد بے قیمت و بے قدر کیونکر ہو گیا اور وہ سب کے سب ایک راوی کے غیر ثقہ ہونے پر بے قیمت و بے قدر کیونکر ہو گئے؟ فاعتر و ایا اولی الالباب۔

اسماء الرجال کا علم موجودہ اسکالروں اور سلفیوں نے غلط سمجھا اور اس کا استعمال بھی غلط کیا۔ تفصیل کسی عالم حدیث سے معلوم کیجئے انشاء اللہ حق واضح ہو جائے گا۔

## فقہ حنفی کی مختصر تاریخ

فقہ حنفی کا سارا دار و مدار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس پر موقوف ہے اور اس فقہ کی بنیاد وہ احادیث رسول ﷺ ہیں جن کو حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کو رسول اللہ ﷺ سے جو نسبت و تعلق تھا وہ بہت کم صحابہؓ کو نصیب ہوا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جو خلوت و جلوت اور ہم نشینی و قربت حاصل تھی ایسے صحابہ کم پائے جاتے ہیں۔ کتاب صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے وطن یمن سے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے چند دن مدینہ منورہ آئے۔ وہاں ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس کثرت سے آتے جاتے دیکھا کہ کوئی وقت ایسا نہ ہوتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی



میں حاضر نہ ہوں الایہ کہ آپ اپنے حجرہ مبارکہ میں چلے جائیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی موجودگی ہی میں فتویٰ دینے کی اجازت دے رکھی تھی شکل و صورت، علم و عمل میں وہ رسول اللہ ﷺ کے شبیہ سمجھے جاتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے علوم جن اصحاب کو خصوصیت سے ملے ہیں ان میں حضرت ابن مسعودؓ ممتاز ہیں۔ ایسے اصحاب کی تعداد چھ عدد بیان کی جاتی ہے۔ (فتح الباری)

حضرت ابن مسعودؓ نے اپنے سینکڑوں شاگرد چھوڑے ہیں جن میں نامی گرامی حضرت علقمہؓ، حضرت اسودؓ، حضرت عبیدہؓ، اور حضرت حارثؓ ہیں۔

حضرت علقمہؓ نہایت نام آور ہوئے ہیں۔ حضرت علقمہؓ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پیدا ہو چکے تھے لیکن کم سن اور شیر خوار تھے رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ البتہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، سیدہ عائشہ صدیقہؓ، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت خبابؓ، اور کئی ایک صحابہؓ سے احادیث نقل کیں ہیں۔

خاص طور سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت و صحبت میں اس اہتمام سے پابندی کی ہے کہ ان کے طور طریقہ، رفتار و گفتار، علم و عمل میں ان کے مشابہ ہو گئے۔ عام طور پر حضرت علقمہؓ کو حضرت ابن مسعودؓ کا ثانی کہا جانے لگا۔

خود حضرت ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ میں نے پڑھا لکھا اور حاصل کیا وہ سب علقمہؓ کو دیدیا اب میری معلومات علقمہؓ کی معلومات سے زیادہ نہیں۔ لا الہ الا اللہ۔

حضرت علقمہؓ کے بارے میں اس سے زیادہ اور کیا توثیق ہو سکتی ہے کہ خود حضرات صحابہؓ ان سے مسائل دریافت کرنے آیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں میں اگر کوئی شخص حضرت علقمہؓ کا ہمسر تھا تو وہ حضرت اسودؓ تھے۔ (حضرت علقمہؓ و حضرت اسودؓ کا مستند تذکرہ ہماری کتاب ”اکیس ۲۱ جلیل القدر تابعین“ میں مطالعہ کیجئے۔) حضرت علقمہؓ و حضرت اسودؓ کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیم نخعیؒ مسند نشین ہوئے اور علم فقہ کو بہت کچھ وسعت دی یہاں تک کہ انہیں ”فقہیہ العراق“ کا لقب ملا۔ علم حدیث میں ”صرافی الحدیث“ (علم حدیث کی کسوٹی) کہلائے

گئے۔ امام شعبیؒ نے (جنہوں نے پانچ سو سے زائد اصحاب رسول ﷺ کو پایا ہے۔) حضرت ابراہیم نخعیؒ کی وفات پر فرمایا:

”ابراہیمؒ نے کسی کو نہیں چھوڑا جو ان سے زیادہ عالم فقیہ ہو۔“ اس پر ایک شخص نے تعجب سے پوچھا کہ کیا امام حسن بصریؒ اور امام ابن سیرینؒ بھی؟ امام شعبیؒ نے فرمایا حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ کا کیا تذکرہ؟ شہر کوفہ، بصرہ، ملک شام، حجاز مقدس میں بھی کوئی ایسا شخص نہیں جو ان جیسا یا ان کے برابر ہو۔ لا الہ الا اللہ۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کے زمانے میں فقہ کا غیر مرتب ذخیرہ جمع ہو گیا تھا جو ان کے شاگردوں کے یہاں زبانی محفوظ تھا کیونکہ یہ وہ دور تھا جس میں تصنیف و تالیف کا رواج ابھی پورے طور پر رائج نہ ہوا تھا۔ علم فقہ کا یہ ذخیرہ حضرت حمادؒ (امام ابو حنیفہؒ کے استاذ) کے پاس محفوظ رہا جو حضرت ابراہیم نخعیؒ کے خصوصی شاگردوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ امام ابراہیم نخعیؒ کی وفات کے بعد امام حمادؒ ان کے جانشین بنے۔ مسند علمی انہی کو ملی، اس دور میں کہا جاتا تھا کہ امام حمادؒ، امام ابراہیم نخعیؒ کے مجموعہ فقہ کے بہت بڑے حافظ ہیں۔ امام حمادؒ کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا اسی سن میں امام ابو حنیفہؒ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؒ کے جملہ شاگردوں کا حلقہ میسر آیا اور کوفہ میں ان کی درسگاہ ”مرجع عام“ قرار پائی۔

## فقہ حنفی کا ذخیرہ

امام ابو حنیفہؒ کے اخذ کردہ مسائل کا آج جو ذخیرہ دنیا میں موجود ہے وہ امام صاحب کے چند ایک ممتاز و نامی گرامی شاگردوں کا مجموعہ ہے جن کے یہ نام ہیں۔  
قاضی ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ، امام زفرؒ، امام حفص بن غیاثؒ، امام حبانؒ، امام داؤد الطائیؒ۔ ان مسائل کی احادیث جامع المسانید کے اندر ہیں جو ۱۵ ضخیم جلدوں میں موجود ہیں۔ جس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا ہے۔

علاوہ ازیں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب کے ارشد تلامذہ میں شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے ایک عظیم الشان کتاب ”اعلاء السنن“ نامی مرتب کردی

جس میں فقہ حنفی کی کل احادیث صحیحہ کو جمع کر دیا گیا ہے۔ جو اب تک متفرق کتابوں میں درج ہوتی چلی آرہی تھیں۔ اس کتاب کا ہر مسلمان کے پاس ہونا ضروری ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

دوسری کتاب ”آثار السنن، مسند ابی حنیفہ“ اس کے علاوہ ہیں جن میں فقہ حنفی کی احادیث صحیحہ جمع ہیں۔ مذکورہ کتابیں کراچی، لاہور، دہلی، دیوبند، سہارنپور کے کتب خانوں میں دستیاب ہیں۔

## فقہ حنفی اور قرآن و حدیث

اہل سنت والجماعت کی فقہ اربعہ (فقہ حنفی، فقہ شافعی، فقہ مالکی، فقہ حنبلی) جو بارہ سو (۱۲۰۰) سال سے ممالک اسلامیہ کا قانون عدالت رہا ہے آج بھی وہی حیثیت رکھتا ہے۔ اس طویل عرصے میں دیگر مکاتب فکر کی جماعتوں میں بھی قانون اسلامی رائج رہا ہے۔ تاہم فقہ اربعہ قرآن و حدیث سے قریب تر رہا ہے۔ خاص طور پر فقہ حنفی صدیوں تک اسلامی سلطنت کا قانون اور اس کی عدالتوں کا دستور بنا رہا اور آج بھی اکثر اسلامی ممالک میں یہی قانون نافذ ہے۔

فقہ حنفی کی قرآن و حدیث سے قربت اور موافقت جو اس کی امتیازی علامت ہے چند مثالوں سے یہاں ظاہر کی جا رہی ہیں۔ اہل علم خود فیصلہ کریں۔

### (۱) پہلی مثال:

امام بخاریؒ نے قرأت فاتحہ خلف الامام کے بارے میں حدیث ”لا صلوة الا بفاتحة الكتاب“ سے ہر نماز خواہ کوئی تنہا پڑھ رہا ہو یا امام کے پیچھے پڑھ رہا ہو، سری نماز ہو یا جہری نماز ہو، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری قرار دیا ہے ورنہ نماز باطل ہو جائے گی۔

امام ابو حنیفہؒ اس مسئلے میں جیسا کہ ان کا امتیازی وصف ہے سب سے پہلے قرآن حکیم سے استدلال کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم نے یہ ادب سکھلایا ہے کہ جب

قرآن پڑھا جائے تو قرآن کو سنو اور خاموش رہو۔ وہ آیت یہ ہے ”اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا“ (الاعراف، آیت ۲۰۴) ترجمہ: جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور خاموش رہو۔ چپ رہنے اور کان لگانے کا یہ حکم عمومی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر حالت میں تلاوت قرآن پر توجہ دینا ضروری ہے۔ یہی اساس نمازوں میں بھی جاری ہوگی جب کہ قرآن کی تلاوت نماز کا اہم رکن بھی ہے۔

علاوہ ازیں بیسیوں احادیث سے ثابت ہے کہ مذکورہ آیت نمازوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس لحاظ سے مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش کھڑا ہونا چاہیے۔ اب اگر وہ بھی قرأت کرتا ہے تو یہ آیت کے مفہوم کے مخالف عمل ہوگا جس کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے۔ امام بخاری کا یہ ارشاد کہ مذکورہ آیت خطبہ جمعہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب امام خطبہ دے تو سنیں اور خاموش رہیں۔ نماز سے اس کا تعلق نہیں۔ امام بخاری اپنی جلالت علمی و حدیث دانی میں جس مقام پر ہیں اس میں کسی کو اختلاف بھی نہیں تاہم امام بخاری کا یہ جواب سطحی اور بے وزن ہے کیونکہ مذکورہ آیت کا مصداق اگر خطبہ جمعہ کو تسلیم کر لیا جائے تو ان بیسیوں احادیث کا کیا جواب ہے جس میں مذکورہ آیت کا نماز کے بارے میں نازل ہونے کا ذکر ہے؟

علاوہ ازیں امام بخاری کا جواب ان تمام اہل علم کے اجماعی فیصلہ کے خلاف بھی ہو جاتا ہے جو یہ فرماتے ہیں کہ سبب نزول کے خاص ہونے سے لازم نہیں آتا کہ اس کا حکم بھی خاص (مخصوص) ہو بلکہ اس آیت کا حکم عام ہو جاتا ہے۔ قرآن کی تلاوت کے وقت اس کو سننا اور خاموش رہنا ضروری ہوگا۔ قرآن خواہ خطبہ جمعہ میں پڑھا جائے یا نماز میں یا عام حالت میں۔

امام بخاری کو یہ اشتباہ سہو یا تقلید اساتذہ کی وجہ سے پیش آیا جو بھی صورت ہو بہر حال یہ ان کی اپنی شخصی فکر و نظر کا مسئلہ ہے جو کل امت پر واجب نہیں۔

بہر حال ہم کو یہ بتانا تھا کہ امام ابوحنیفہؒ کسی بھی مسئلہ میں پہلے قرآن حکیم کے منشاء و مراد کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ سے اس کی مراد و منشاء کو ظاہر کرتے ہیں آیت

قرآن کی تاویل نہیں کرتے بلکہ حدیث کی تاویل کرتے ہیں۔ احادیث رسول ﷺ میں جہاں نماز پڑھنے والوں کو سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ تنہا نماز پڑھنے والوں کو ہے جن میں امام بھی شامل ہے اور امام کے پیچھے پڑھنے والوں کا حکم ان احادیث صحیحہ پر موقوف ہے جن میں امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت قرار دیا گیا ہے اور مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش کھڑے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد) ان کتابوں میں وہ ساری احادیث ہیں۔

### (۲) دوسری مثال:

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ نماز میں آمین آہستہ کہی جائے، امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ آمین بلند آواز سے کہی جائے۔ امام بخاریؒ نے یہ حدیث پیش کی کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ لیکن امام بخاریؒ نے توجہ اور غور سے کام نہیں لیا۔ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ بھی متفق ہیں کہ مقتدی کو بھی آمین کہنا چاہئے۔ گفتگو کہنے یا نہ کہنے سے متعلق نہیں بلکہ آہستہ اور آواز سے کہنے کے بارے میں ہے۔

حدیث بخاری میں صرف آمین کہنے کی ہدایت ہے، جہراً اور سراً سے اس کا کوئی تعلق نہیں، امام ابوحنیفہؒ بھی اس کے قائل ہیں۔

پھر مذکورہ حدیث سے آمین بالجہر کیوں کر ثابت ہو سکتی ہے؟ جب کہ احادیث صحیحہ سے آمین آہستہ کہنا بھی ثابت ہے۔ (ہماری کتاب ”رسول اکرم ﷺ کی اذان و نماز“ کا مطالعہ کیجئے جس میں نماز کی ساری احادیث درج کر دی گئی ہیں۔)

### (۳) تیسری مثال:

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ ایک تیمم سے کئی ایک فرض نماز ادا کی جاسکتی ہیں جیسا کہ ایک وضو سے کیا جاسکتا ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے ہر فرض نماز کے لئے نیا تیمم کرنا ضروری ہے۔

احادیث میں ہر دو فریق کے دلائل موجود ہیں لیکن امام ابوحنیفہؒ جیسا کہ ان کا امتیازی

وصف ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ ایک ہی مسئلہ میں دو متعارض اور مخالف احادیث ہوں پہلے قرآن کے مفہوم و منشاء کو جاننا چاہتے ہیں پھر احادیث کو قرآنی مفہوم کے تحت کر دیتے ہیں تفصیل اس کی یہ ہے۔

قرآن حکیم نے وضو کرنے کے لئے پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کرنے کا حکم دیا ہے۔

(فان لم تجدوا ماءً فتيمموا صعيداً طيباً. الآية) سورة النساء، آیت ۴۳

ترجمہ: اگر وضو کے لئے پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔

جو حیثیت وضو کے حکم کی ہے وہی تیمم کی ہے جب ہر نماز کے لئے جدید وضو کی ضرورت نہیں تو جدید تیمم کی بھی ضرورت نہیں۔ احادیث میں جدید تیمم کا جو حکم آیا ہے وہ واجب و ضروری نہیں بلکہ افضل و بہتر عمل سمجھا جائے گا۔ اس طرح احادیث اور قرآن حکیم میں اختلاف و تضاد نہیں ہوگا۔ دونوں اپنے اپنے محل پر درست ہیں۔

(۴) چوتھی مثال:

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق ہے کہ تیمم کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو اثنائے صلوٰۃ پانی میسر آجائے تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔ پانی سے وضو کر کے نماز کا اعادہ کیا جائے گا۔ امام مالکؒ اور امام محمدؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اسی تیمم سے نماز پوری کر لی جائے۔ نماز کے بعد تیمم خود بخود ٹوٹ جائے گا۔

امام ابوحنیفہؒ کا استدلال قرآن کی اس آیت سے ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اگر پانی نہ پاؤ تو تیمم کر لو۔

تیمم کی اجازت پانی نہ ملنے پر مشروط تھی جب شرط ختم ہوگئی تو مشروط (تیمم) بھی ختم ہو گیا۔ لہذا نماز بے تیمم و بے وضو ہوگئی، پھر پانی سے وضو کر کے نماز کا اعادہ کرنا چاہئے۔ اگر احادیث قرآن کے اس مفہوم سے ہٹ کر ہیں تو احادیث کی تاویل کی جائے گی نہ کہ قرآن کے مفہوم کو بدلا جائے۔ ایسی صورت میں نہ قرآن حکیم کا مفہوم بدلا اور نہ

احادیث کا انکار کیا گیا۔ (احادیث کی تاویل علماء سے دریافت کر لی جائے۔)

(۵) پانچویں مثال:

حضرت امام شافعیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ عورت اگر بالغہ عاقلہ ہو تو ہر حال میں اپنے ولی (سرپرست) کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح نہیں کر سکتی اس کو اپنے ولی سے اجازت لینے ضروری ہے۔

اس کے برعکس حضرت امام ابوحنیفہؒ کے یہاں عاقلہ بالغہ لڑکی کو اپنا نکاح آپ کر لینے کا اختیار ہے وہ اپنے نکاح میں خود مختار ہے اس اختلاف پر دونوں کی طرف قرآن و حدیث کے دلائل موجود ہیں۔ تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب ”کتاب الام“ میں بڑے شد و مد سے لکھا ہے کہ وہ دلیل اس آیت پر مبنی ہے:-

”وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجْلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ

يُنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ : الآية (سورہ بقرہ، آیت ۲۳۲)

ترجمہ: جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچیں تو ان کو اس بات سے نہ روکو کہ وہ اپنے پہلے شوہروں سے دوبارہ نکاح کر لیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ”فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ“ کا خطاب اولیاء و سرپرستوں کو ہے انہیں منع کیا جا رہا ہے کہ ایسی عورتوں کو اپنے سابقہ شوہروں سے دوبارہ نکاح کرنے سے نہ روکیں۔ معلوم ہوا کہ سرپرستوں کو نکاح روکنے کا اختیار ہے۔ لہذا عورت اپنے ولی و سرپرست کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔

امام شافعیؒ کا مذکورہ استدلال سطحی قیاس و رائے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ کسی کو منع کرنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ شخص اجازت یافتہ تھا تب ہی تو منع کر رہا ہے۔ ہم بہت سی باتوں میں مداخلت اور ممانعت کرتے ہیں حالانکہ کسی ایک بات کا بھی ہم کو اختیار نہیں ہوتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ امام شافعیؒ کی نظر و فکر سے اس کا تعلق نہیں ان کے کسی مقلد و مستفید کا

جواب ہوگا۔ امام رازیؒ جو مسلک شافعی ہیں اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ آیت مذکورہ کے معنی جو نقل کئے گئے ہیں، آیت کی یہ مراد نہیں ہے کسی مقلد کا جواب ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ نے جیسا کہ ان کا زرین اصول ہے جس مسئلہ کا تعلق قرآن حکیم سے ہو پہلے وہ قرآن کی تشریح فرماتے ہیں اور منشاء قرآنی کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں آیت مذکورہ کا ترجمہ اوپر لکھا جا چکا ہے اس کا واضح مطلب اور مفہوم یہی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اکثر یہ دستور تھا کہ لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دیدیتے تھے اور اس غیرت سے کہ جو عورت ان کے ہم بستر ہو چکی ہے دوسرا نکاح کر کے دوسرے کے آغوش میں چلی جائے۔ اس عورت کو دوسرا نکاح کرنے سے روک دیا جاتا تھا۔ ایسی وہی و فرضی رسم کو مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور سابقہ شوہروں کو بھی منع کیا کہ ایسا ظلم نہ کریں۔ طلاق کے بعد عورت کو اختیار ہے وہ بے شوہری کی حالت میں رہیں یا کسی اور سے نکاح کر لیں۔ مذکورہ آیت میں ایک لفظ یہ بھی ہے کہ ”أَنْ يَنْكِحَنَّ أَوْ اجْهَنَ“ کہ وہ عورتیں خود اپنا نکاح اپنے سابقہ شوہروں سے کر لیں۔

نکاح کرنے کا تعلق خود ان کی اپنی ذات کو بتایا جا رہا ہے کسی ولی یا سرپرست کی ذات کو نہیں۔ آیت کی یہ تفسیر صاف و غیر مبہم ہے۔

بہر حال جس حدیث میں عورت کو اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے سے منع کیا گیا ہے وہ تعلیم و تربیت کے لئے ہے کہ لڑکی اپنے مستقبل کی تعمیر میں خود رائی کا فیصلہ نہ کرے بلکہ ماں باپ یا ولی کے حوالہ کر دے جو تجربہ کار اور زمانہ شناس ہیں زیادہ سے زیادہ ممانعت کا حکم ارشادی امر ہے جو خیر خواہی کے لئے دیا جاتا ہے و جو ب کے لئے نہیں۔ لڑکی جب بالغ ہو جائے تو وہ خود مختار ہو جاتی ہے لیکن دین اور اپنے معاملات میں۔

امام ابوحنیفہؒ نے مذکورہ حدیث کے مقابلہ میں دوسری حدیث صحیح بھی پیش کی ”الایم احق بنفسھا من ولیھا“ (مسلم شریف ۱/۴۵۵) بے شوہر والی عورت اپنے نکاح کرنے میں اپنے ولی سے زیادہ اختیار رکھتی ہے (یعنی ولی کی اجازت بہتر ہے) واجب یا ضروری نہیں۔



## (۶) چھٹی مثال:

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ وضو میں صرف چار فرض ہیں۔ منہ دھونا، کہنیوں تک ہاتھ دھونا، سر کا مسح کرنا، دونوں پیروں کو ٹخنے تک دھونا۔  
 امام شافعیؒ دو فرضوں کا اور اضافہ کرتے ہیں نیت کرنا، اور ترتیب سے وضو کرنا۔  
 امام مالکؒ وضو میں موالات (یعنی پے در پے وضو کرنا) کو بھی واجب قرار دیتے ہیں۔  
 امام احمدؒ چاروں فرضوں کے علاوہ پانچویں بسم اللہ کہنے کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔  
 اگر کسی نے قصداً نہ کہا تو وضو باطل ہو جائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس قرآنی مسئلے کو پہلے تو قرآن حکیم سے ثابت کیا کہ قرآن میں صرف چار اعضاء کا ذکر ہے ان کے علاوہ جو امور ہیں وہ فرض تو نہیں ہو سکتے یعنی نیت، بسم اللہ کہنا، موالات وغیرہ کا آیت میں کہیں وجود نہیں البتہ موالات کا گمان بظاہر لفظ ”واو“ سے پیدا ہو سکتا ہے لیکن عربی لغت کے علماء کا اتفاق ہے کہ لفظ ”واو“ کے مفہوم میں پے در پے کا مفہوم شامل نہیں ہوتا۔ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں موالات کی فرضیت کے لئے اگرچہ دو چار دلیلیں لکھی ہیں لیکن انہیں تاویل سے زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی ہے۔ فمن شاء فليطالعها۔

امام ابوحنیفہؒ نے وضو میں قرآنی تشریح کے مطابق چار فرض قرار دئے ہیں باقی امور حدیث کی روشنی میں سنت ہوں گے یا مستحب۔

## (۷) ساتویں مثال:

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ امام شافعیؒ اس کے مخالف ہیں ان کا استدلال قرآن کی آیت:

”وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ . الْآيَةُ (سورة النساء، آیت ۴۵)

ترجمہ: اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجاء سے فارغ ہو کر آئے یا تم نے عورت کو چھوا ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو تیمم کر لو۔ (یعنی

نماز کے وقت اگر پانی نہ ملے تو جیسے بیمار آدمی وضو نہیں کر سکتا ہے ایسے ہی

مسافر جس کو راہ میں پانی نہ ملے پاک مٹی سے تیمم کر لے

ان تین موقعوں کے ساتھ چوتھا موقع عورت کو چھونے کا بھی بیان کیا گیا ہے پھر اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے لہذا ایسا شخص بھی پانی نہ ملے تو تیمم کر سکتا ہے۔

فقہ کی زبان میں چھونے کے مسئلے کو ”مس المرأة“ کہا جاتا ہے۔ امام شافعی کا مسلک یہی ہے کہ عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہ جیسا کہ ان کا زرین اصول ہے کہ قرآنی مسئلے کو پہلے قرآن ہی سے حل کرتے ہیں پھر احادیث سے اس کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ عورت کو چھونے سے جماع و مقاربت کرنا مراد ہے اور یہ قرآن کریم کا اپنا خصوصی طرز ادا ہے کہ ایسے تنزیہی امور کو صراحتاً تعبیر نہیں کرتا بلکہ کنایہ اور مجازی عنوان سے ادا کرتا ہے۔

خود اسی مذکورہ آیت میں الغائط کا لفظ پاخانہ کے لئے استعمال کیا ہے جو حقیقی معنی میں نہیں کنائی لفظ ہے۔ الغائط کے اصلی معنی تو ہموار زمین کے ہیں لیکن اس سے جائے ضرورت یعنی پیشاب، پاخانہ مراد ہے۔

اگر اصلی معنی مراد لئے جائیں تو آیت کے یہ معنی ہوں گے ”اگر تم ہموار زمین سے آؤ تو وضو کرنا لازم ہوگا“ اور یہ کسی کا بھی قول نہیں ہے۔

ایسے ہی آیت میں ”أَوَّلًا مَسْتَمُّ النِّسَاءِ“ سے مراد جماع و مقاربت کرنا مراد ہے۔ کیونکہ آیت میں غسل جنابت و طہارت کے مسائل بیان کئے جا رہے ہیں۔ ”مس“ یعنی صرف چھونا مراد نہیں ہو سکتا۔

اگرچہ یہ کوئی پیچیدہ یا مغلط مقام نہیں، بات چیت کا عام عنوان ہے جو قرآن حکیم نے کنائی عنوان سے اس کو ادا کیا ہے۔ امام شافعی جیسے امام حدیث و فقہ پر یہ کیسے مخفی رہا ہوگا۔ ایک ظاہر بین انسان کو تعجب ضرور ہوتا ہے اس لئے ہمارا خیال ہے کہ امام شافعی کی یہ دلیل

نہیں ہوگی بلکہ ان کے کسی شاگرد یا مقلد نے بیان کیا ہوگا باقی احادیث اپنے مقام پر ہیں۔  
اہل علم سے مراجعت کر لیں۔

### (۸) آٹھویں مثال:

امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق ہے کہ نماز میں امام اور مقتدی کو آمین سرّاً (آہستہ) کہنا چاہئے۔  
امام بخاریؒ جہر کے قائل ہیں یعنی آمین آواز سے کہی جائے اور دلیل یہ پیش کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو (الحدیث)  
یہاں امام بخاریؒ پر یہ اعتراض کیا گیا کہ آمین کہنے سے اونچی آواز کیونکر ثابت ہوئی؟ آہستہ  
کہنے پر بھی یہی کہا جاتا ہے کہ اس نے آمین کہی۔ حدیث شریف میں امام کے ولا الضالین  
کہنے پر مقتدی کو آمین کہنے کا حکم دیا گیا ہے، اگر آواز سے کہنا مراد ہوتا تو حدیث شریف میں  
جہر کا کوئی عنوان ہوتا مثلاً اس طرح ارشاد فرمایا جاتا جب امام آمین کہے تو تم بھی آواز سے  
آمین کہو وغیرہ۔ لہذا امام بخاریؒ کا یہ فرمانا کہ آمین آواز سے کہی جائے حدیث کے مفہوم میں  
شامل نہیں یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نے امام کے پیچھے مقتدی کے سورۃ الفاتحہ پڑھنے  
کی حدیث نقل کی ہے کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ الفاتحہ نہیں پڑھتا (الحدیث)  
یہاں خود امام بخاریؒ نے مقتدی کو سورۃ الفاتحہ چپکے سے (بغیر آواز) پڑھنے کا حکم دیا  
جبکہ حدیث میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم ہے لہذا مقتدی کو سورہ فاتحہ آواز سے پڑھنی چاہئے،  
جس کا کوئی قائل نہیں۔ خود امام بخاریؒ بھی اس کے قائل نہیں، لہذا آواز سے آمین کہنے کا  
مفہوم حدیث شریف سے ثابت نہیں ہوتا۔

امام ابوحنیفہؒ کی بھی یہی تحقیق ہے کہ ولا الضالین کے بعد امام اور مقتدی دونوں کو  
آمین کہنا چاہئے یہ امام بخاریؒ کی حدیث کے خلاف نہیں۔ بحث آمین کہنے میں نہیں ہے وہ تو  
دونوں کہیں گے۔

بحث جہر یا سر (آواز سے یا بغیر آواز) کہنے میں ہے امام ابوحنیفہؒ جیسا کہ ہم بارہا لکھ  
چکے ہیں۔ پہلے کلام اللہ سے استدلال کرتے ہیں پھر احادیث ذکر کرتے ہیں اس کے بعد

مسئلے کی پوری تحقیق بیان کر دیتے ہیں۔

احادیث میں جہاں آمین آواز سے کہنا ثابت ہے وہاں آہستہ کہنا بھی ثابت ہے۔

”عن وائل بن حجر قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ فلما قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ، قال آمین ، واخفی بہا صوتہ“۔

ترجمہ: وائل بن حجر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو خفی آواز میں آمین کہی۔

(مسند احمد، ج ۴، ص ۳۸۹، دارقطنی، ج ۱، ص ۶۸۶، حدیث ۱۲۵۵)

اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں ہماری کتاب (رسول اکرم ﷺ کی اذان و نماز) کا مطالعہ کیجئے، جس میں نماز و اذان، عیدین، صلوة جنازہ، وتر، عورتوں کی نماز کا طریقہ وغیرہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں جمع کر دیا گیا ہے۔

بہر حال امام ابوحنیفہؒ نے آمین کے جہر دوسرے بارے میں احادیث کے اختلاف کو قرآن حکیم پر پیش کیا جیسا کہ ان کا زرین اصول ہے۔

قرآن حکیم نے انبیاء کرام علیہم السلام کی بعض دعاؤں کا بھی ذکر کیا ہے۔ انہوں نے چپکے چپکے اپنے رب کو پکارا سیدنا زکریا علیہ السلام نے اپنی آخری زندگی میں اولاد کے لئے دعا کی اس کا تذکرہ اس طرح ملتا ہے ”اِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا“ (سورہ مریم، آیت ۲)

ترجمہ: انہوں نے اپنے رب سے چپکے چپکے دعا کی میرے رب بڑھاپے سے میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں، سر کے بال پک گئے ہیں (یعنی سارے اسباب ختم ہو گئے) پھر بھی میں آپ کو پکار کر محروم نہ رہوں گا، مجھ کو ایک وارث نبوت (لڑکا) عطا فرمادے۔ الخ

سیدنا زکریا علیہ السلام کی دعا میں خفیہ (چپکے چپکے) کا اضافہ دعا کی اس اعلیٰ کیفیت کو ظاہر کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے یعنی چپکے چپکے دعا کرنا۔

اور یہ تو سارے مفسرین کا قول ہے کہ آمین دعا ہے اور قرآنی تصریح کے بعد اس کو خفی  
آواز میں ادا کرنا چاہئے۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے ”ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة۔ الآیة (سورہ  
اعراف، آیت ۵۵)

ترجمہ: اپنے رب سے آہ و زاری اور خفیہ طور سے دعا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ  
دعا میں اعتداء (آواز کی بلندی) پسند نہیں کرتا۔

آیت کے الفاظ میں جہاں دعا آہستہ آہستہ چپکے چپکے کرنے کی ترغیب ہے وہاں دعا  
میں بلند آواز اللہ کو پسند نہیں اس کا بھی ذکر ہے۔ لہذا دعا (آمین) کو بھی آہستہ کہنا چاہئے۔

ایک موقع پر صحابہ کرام زور زور سے اللہ کو پکار رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد  
فرمایا ”لوگو تم کسی غائب یا بہرے کو نہیں پکار رہے ہو“ الحدیث

بہر حال وہ احادیث جو قرآنی منشاء کے خلاف پڑتی ہیں وہ یا تاویلی روایات ہیں یا  
ابتداء زمانے کی احادیث ہیں جب کہ نماز میں سلام کلام کرنا وغیرہ جائز تھا اسی طرح وہ  
احادیث جن میں آمین آہستہ کہنا آیا ہے وہ قرآن حکیم کے منشاء سے مطابقت رکھنے کی وجہ  
سے قابل ترجیح ہونگی۔

امام ابو حنیفہؒ نے انہی احادیث سے اپنی تحقیق ثابت کی کہ نماز میں آمین آہستہ کہنا  
چاہئے کیونکہ آمین دعا ہے اور آہستہ آواز میں کی جاتی ہے۔

رہی بات احادیث کی تفصیلی بحث تو وہ کتب فقہ میں موجود ہے کسی عالم باخبر سے  
معلوم کر لی جائے۔

## مسائل شرعیہ میں صحابہ کرام کا اختلاف

ائمہ مجتہدین کے اختلافات کی وضاحت کے بعد پہلے خود صحابہ کرام کا مسائل شرعیہ  
میں مختلف ہو جانا اور دلائل سے دوسری صورت کو ساکت یا اس کی تاویل کرنا بیان کیا گیا۔

اب اجمالی طور پر ان مسائل کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں جن میں صحابہ کرام نے

ایک دوسرے سے اختلاف کیا اگر کوئی تعصب سے ہٹ کر غور کرے تو اس کو پوری طمانینت مل جائیگی کہ ائمہ مجتہدین کا مختلف ہو جانا یقیناً ضروری تھا انہوں نے آپس میں اختلاف کر کے کوئی نیا اسلام تعمیر نہیں کیا اور تدوین فقہ میں جو کچھ بھی طریقہ اختیار کیا وہ ان کا اپنا خانہ زاد نظر یہ نہ تھا بلکہ اپنے پیش رو اصحاب رسول ﷺ کے فکر و استدلال کی نقل تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کی تائید و تقلید میں ارشاد فرمایا ہے۔

”ماانا علیہ واصحابی“ (الحديث) حدیث صحیح

ترجمہ: جس طریقہ پر میں اور میرے اصحاب ہیں اس پر مضبوطی سے قائم

رہو۔ (ترمذی شریف ۹۳/۲ باب افتراق هذه الامة)

اصحاب رسول نے جن مسائل میں اختلاف کیا ہے اس کی چند مثالیں یہاں بیان کی جاتی ہیں ویسے کتب حدیث سے اگر جمع کیا جائے تو سینکڑوں مسائل ایسے ملیں گے جن میں اصحاب رسول نے اپنی اپنی معلومات کے تحت اختلاف کیا ہے۔

ہمارے استاذ شیخ الحدیث مولانا زکریا نے دوران درس یہ واقعہ بیان کر کے ہم کو حیرت میں ڈال دیا۔ پیارو (یہ شیخ الحدیث کا تکیہ کلام تھا) بچپن میں مجھ کو ایک مرتبہ اختلاف صحابہ جمع کر نیکا شوق اٹھا، میں نے نماز کی صرف دو رکعت میں تکبیر تحریمہ سے سلام پھیرنے تک تمیں سے زائد اختلاف صحابہ کے اقوال پائے۔ (اسکی حقیقت کسی عالم سے پوچھ لی جائے)

(۱) سمندر کے پانی سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے یہ اکثر صحابہ کرام کا قول ہے۔ لیکن عبداللہ بن عمرؓ اس کو مکروہ کہا کرتے تھے۔

(۲) جمعہ کے دن خوشبو لگانا مستحب اور بہتر عمل ہے عام صحابہ اس کے قائل تھے لیکن حضرت ابو ہریرہؓ اس کو ضروری و واجب کہا کرتے تھے۔

(۳) میت پر رونے دھونے (باواز) میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔ یہی قول حضرت ابن عمرؓ اور سیدنا عمر بن الخطابؓ کا ہے۔ اس کے برخلاف سیدہ عائشہ صدیقہؓ اس کا شدت سے انکار کرتی تھیں۔

(۴) حضرت ابو ہریرہؓ رمضان کے قضا روزوں کو پے در پے رکھنا واجب کہا کرتے تھے حضرت ابن عباسؓ نے اس کو ضروری قرار نہ دیا۔

(۵) جو چیزیں آگ پر پکائی جاتی ہیں (مثلاً گوشت، ترکاری، چاول وغیرہ) اس کے استعمال کے بعد نماز پڑھنا ہو تو وضو کرنا ضروری ہوگا یہی حکم حضرت انسؓ، ابن عمرؓ، ابو ہریرہؓ، عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ان کے برخلاف خلفاء اربعہ اور عام صحابہ کرامؓ وضو کو ضروری قرار نہیں دیتے۔

(۶) نماز پڑھنے والے کے آگے سے کوئی عورت گزر گئی تو مصلیٰ کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہی حکم گدھے کے گزرنے پر ہوگا۔ یہ قول حضرت انسؓ و حضرت ابن عمرؓ کا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ کا نہیں بلکہ حضرت عائشہؓ اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کرتی تھیں۔

(۷) اکثر صحابہ غسل میں عورت کو اپنے سر کے سارے بالوں کا دھونا بھی ضروری کہتے ہیں سیدہ عائشہؓ اس کے خلاف تھیں بلکہ تعجب کا اظہار کرتی تھیں۔ وہ صرف بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچ جانا کافی قرار دیا کرتی تھیں۔

(۸) پیشاب، پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی جانب پشت یا منہ کرنا منع ہے حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت ابو امامہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت سہل بن حنیفؓ وغیرہم کا یہی قول تھا۔ لیکن حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت ابو قتادہؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ و حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اس کی اجازت دیا کرتے تھے۔

(۹) جہری نماز (فجر، مغرب، عشاء) میں سورہ فاتحہ سے پہلے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ آواز سے پڑھنا درست نہیں (بلکہ آہستہ پڑھنا چاہئے) یہی عمل حضرت عبد اللہ بن مغفلؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ و حضرت عثمان غنیؓ و حضرت علیؓ کا تھا۔

برخلاف اس کے حضرت ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، ابن عمرؓ و ابن زبیرؓ آواز سے پڑھنے

کے قائل تھے جیسا کہ سورہ فاتحہ جہر سے پڑھی جاتی ہے۔

(۱۰) امام کو نماز میں سورہ فاتحہ میں ولا الضالین کے بعد آمین اونچی آواز سے کہنا چاہئے۔ حضرت وائل بن حجرؓ کے علاوہ اور صحابہ ایسا ہی کہا کرتے تھے لیکن دیگر اکثر صحابہ آمین آہستہ کہنے کے قائل تھے۔

(۱۱) نماز میں دونوں ہاتھوں کا کانوں تک اٹھانا (رفع یدین) صرف ایک مرتبہ ہی ہے۔ اور وہ افتتاحِ صلوٰۃ کے وقت تکبیر تحریمہ کیساتھ پھر پوری نماز میں کسی جگہ نہیں۔ یہی عمل و قول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ اور دیگر اہل علم صحابہ کرامؓ کا ہے۔

لیکن حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت انسؓ وغیرہم کے ہاں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع کرتے وقت اور رکوع کے بعد سر اٹھاتے وقت بھی رفع یدین کرنا چاہئے۔ ان حضرات کا یہی عمل تھا۔

(ترمذی، ج: ۱، ص: ۵۹ کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند الركوع)

## امام ابوحنیفہؒ کی ایک اساسی فکر

تمام فقہائے امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حدیث ثابت ہو جانے کے بعد قیاس و رائے کا کوئی وزن نہیں رہتا، اس کو ایک طرف رکھ دیا جاتا ہے۔ اور حدیث رسول ﷺ کو اختیار کر لیا جاتا ہے۔ اگرچہ فکر ہر فقیہ کا نصب العین ہوا کرتا ہے۔ خاص طور پر ائمہ اربعہ کا شعار رہا ہے لیکن اس فکر میں امام ابوحنیفہؒ ممتاز نظر آتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا یہ مشہور زمانہ قول ہزار سال سے نقل ہوتا آرہا ہے۔ ”اِذَا

صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي“ جب حدیث ثابت ہو جائے وہی میرا مذہب ہے۔ لا الہ

الا اللہ

حتی کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ احادیث ضعیفہ کو قیاس و رائے پر ترجیح دیتے ہیں جس کی بیسیوں مثالیں کتب فقہ میں موجود ہیں بطور ثبوت اور دلیل دو چار مثالیں یہاں درج کی



جارہی ہیں۔

ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ مدینہ منورہ گئے وہاں امام باقرؑ سے جو خاندانِ سادات کے سرخیل ہیں ملاقات ہوگئی، تعارف کے بعد امام باقرؑ کو بتایا گیا کہ یہ امام ابوحنیفہؒ ہیں جو آپ کے نانا جان رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر اپنے قیاس و رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا یہ آپ کو غلط خبر پہنچی ہے، پھر امام ابوحنیفہؒ نے ان سے نہایت ادب و احترام کے ساتھ چند سوالات کئے اور ان کے خود جوابات بھی دئے۔

فرمایا: بتلائیے عورت کمزور ہے یا مرد؟ امام باقرؑ نے کہا عورت۔ فرمایا: میراث میں عورت کا کتنا حصہ ہے؟ اور مرد کا کتنا؟ امام باقرؑ نے فرمایا: مرد کو دو حصہ اور عورت کو ایک حصہ۔ امام صاحب نے فرمایا: اگر میں قیاس و رائے سے کام لیتا تو عورت کو دو حصے اور مرد کو ایک حصہ قرار دیتا کیونکہ مرد کی بنسبت عورت کمزور اور قابلِ رحم ہے۔

پھر فرمایا: نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام باقرؑ نے جواب دیا: نماز، امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر میں رائے اور قیاس سے کام لیتا تو عورت سے ایامِ حیض کی نمازوں کو ادا کرنے کی ہدایت کرتا اور روزوں کی نہیں کیونکہ نماز افضل ہے۔

پھر امام صاحب نے پوچھا منی زیادہ نجس ہے یا پیشاب؟ امام باقرؑ نے جواب دیا پیشاب، امام صاحب نے فرمایا کہ اگر میں قیاس سے کام لیتا تو پیشاب کرنے پر غسل واجب قرار دیتا اور منی خارج ہونے سے وضو کرنے کا حکم دیتا کیونکہ پیشاب منی سے زیادہ ناپاک ہے۔

پھر فرمایا وضو میں خفین (چمڑے کے خاص جوتوں) پر جو مسح کیا جاتا ہے وہ خفین کے اوپری حصے پر کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں صراحت آئی ہے اگر میں قیاس سے کام لیتا تو خفین کے نیچے تلوے پر مسح کرنا ضروری قرار دیتا۔

اس قسم کے دو چار اور مسائل بیان کرنے کے بعد فرمایا میں تو ضعیف احادیث پر بھی اپنے قیاس کو ترک کر دیتا ہوں امام باقرؑ اٹھ کھڑے ہوئے اور امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

## رائے و قیاس کی حیثیت

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ پہلے میں کتاب اللہ اور سنت نبویہ کو اختیار کرتا ہوں جب کوئی مسئلہ کتاب اللہ اور سنت نبویہ میں نہ ملے تو صحابہ کرام کے اقوال اختیار کرتا ہوں اس کے بعد دوسروں کے فتاویٰ اور اقوال میرے نزدیک برابر اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بھی رجال (اہل علم) اور ہم بھی رجال ہیں۔ جب امام شعیبؒ، امام ابراہیم نخعیؒ، امام ابن سیرینؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ، امام سعید بن المسیبؒ وغیر ہم سب حضرات قیاس کرتے ہیں تو میں بھی قیاس کرتا ہوں۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں لکھا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث ضعیف کے مقابلہ میں اپنے قیاس کو بھی ترک کر دیتے ہیں یہ ایسی فکر ہے جو دیگر ائمہ مجتہدین کی فکر میں خال خال ہی ملتی ہیں۔ اس کے باوجود امام ابوحنیفہؒ کو قیاس، اہل الرائے کہا گیا، تعصب اور حسد کی اس سے زیادہ اور کیا مثالیں ہوں گی۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ خلافت بنو امیہ کی عدالت کے صدر قاضی تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کبھی اچھے خیالات کا اظہار کرتے اور کبھی تنقید و تبصرہ بھی کر دیتے ان سے جب یہ پوچھا گیا تو فرمایا ”الفتی محسود“ ابوحنیفہؒ محسود ہیں۔ یعنی ان کے کمالات و فضائل پر حسد کیا جاتا ہے۔

بہر حال امام ابوحنیفہؒ کی یہ اساسی فکر ان کی فقہ میں بکثرت پائی جاتی ہے اعتراض وہی شخص کرتا ہے جو امام کی نظر و فکر سے ناواقف اور بغض و عناد کا مریض ہو چکا ہو۔

## امام ابوحنیفہؒ کے ترک قیاس کی چند اور مثالیں

امام ابوحنیفہؒ کی یہ تحقیق ہے کہ نماز میں آواز سے ہنسنے پر وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ امام صاحب نے اس کو اس حدیث سے ثابت کیا ہے جس کو محدثین نے ”حدیث القہقہة فی الصلوة“ کے عنوان سے نقل کیا ہے مسجد نبوی شریف میں نماز ادا کی جا رہی تھی اثناء صلوة

ایک نابینا صحابی آگے اور کسی چیز سے ٹکرا کر گر پڑے بعض مصلی حضرات ہنس پڑے، سلام کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”من كان منكم فقهه فليعد الوضوء والصلوة“ (سنن دارقطنی ۱/۳۰۶)

ترجمہ: جنہوں نے فقہ لگایا وہ وضو اور نماز کا دوبارہ اعادہ کریں۔

اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ نے اس کو اپنا مسلک بنایا اور قیاس کو

ترک کر دیا۔

قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ہنسنے سے نہ وضو ٹوٹنا چاہئے نہ نماز کیونکہ وضو ٹوٹتا ہے خروج ریح یا خروج نجاست (خون) وغیرہ سے یہاں ایسی کوئی بات پیش نہ آئی قیاس کا تقاضہ تو یہی ہے کہ وضو نہ ٹوٹے لیکن امام صاحب نے اپنے قیاس کو ایک حدیث ضعیف کے مقابلہ میں ترک کر دیا۔ اور حدیث پر عمل کیا لیکن امام شافعیؒ نے قیاس کو ترجیح دی اور وضو نہ ٹوٹنے کا فتویٰ دیا ہے۔

دوسری مثال:

احادیث کی ایک قسم مراہیل ہے جو احادیث ضعیفہ میں شمار کی جاتی ہیں۔ حدیث مرسل اس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کو تابعی اپنے استاذ صحابی رسول ﷺ کا نام ترک کر کے خود ”قال رسول اللہ ﷺ“ کہتا ہو، قیاس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ ایسی روایت کو قبول نہ کرنا چاہیے کیونکہ راوی نے رسول اللہ ﷺ کو جب دیکھا ہی نہیں تو قال رسول اللہ ﷺ کہنا صحیح نہیں۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ نے ایک شرط کے ساتھ ایسی روایت کو قبول کیا ہے اور اپنے قیاس کو ترک کر دیا۔

امام ابراہیم نخعیؒ جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علمی وارث ہیں اکثر روایات مرسلہ بیان کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ میں جب کسی راوی کا واسطہ ترک کرتا ہوں تو اسی وقت کرتا ہوں جب کہ اس روایت کو ایک سے زائد راوی روایت کرتے ہوں۔

یہی حال امام حسن بصریؒ کا تھا ان کی احادیث میں بھی مراہیل احادیث بکثرت ملتی

ہیں علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حسن بصریؒ کی مراسیل احادیث مرفوعہ صحیحہ کا حکم رکھتی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی محدثین ہیں جو مرسل احادیث نقل کرتے ہیں کتب احادیث میں خاص طور پر صحاح ستہ میں احادیث مراسیل پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ یہ احادیث ضعیفہ کی قسم ہیں۔ تاہم روز اول سے محدثین نے ان کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ اور آج بھی یہی حال ہے جو لوگ امام ابوحنیفہؒ پر قیاس و رائے کا الزام لگاتے ہیں وہ خوف آخرت سے بے نیاز ہو کر امام صاحب پر تہمت و الزام لگاتے ہیں۔ وہ اپنی آخرت سیاہ کر رہے ہیں۔

## فقہ اسلامی کے راہ نما اصول

کسی بھی دین و مذہب کے ارکان ہوا کرتے ہیں اور اس پر اس کا قیام ہوتا ہے مذہب اسلام جو آفاقی و آخری دین ہے اس کے بھی اصول و ارکان ہیں جس کی تفصیل اسلامی کتابوں میں موجود ہے۔

اسی دین و مذہب کے اعمال و عبادات و معاشرت کی تفصیل کا نام علم فقہ ہے، گویا علم فقہ قرآن و حدیث کے منشاء و مراد کا نام قرار پاتا ہے۔

علم فقہ کے اصول قرآن و حدیث میں موجود ہیں ائمہ محدثین میں امام ابوحنیفہؒ پہلے مجتہد ہیں جنہوں نے انکو یکجا کیا اور قیامت تک اہل علم کے لئے راہ نما اصول قائم کر دیئے۔ آج انہیں اصول پر ملت اسلامی کا ۳/۴ حصہ عمل پیرا ہے۔ الحمد للہ

اسلام کے قواعد و اصول کو پڑھنے کے بعد شریعت اسلامی کی شان و آن کا پتہ چلتا ہے کہ خدائی نظام کس قدر وسیع و عریض و ہمہ گیر ہے کہ انسان کی کسی بھی ضرورت کی رہنمائی قرآن و حدیث سے مل جاتی ہے خواہ مذہبی ہوں یا معاشی یا سیاسی ہوں۔

امام ابوحنیفہؒ کے مرتب کردہ اصول و قواعد جو انہوں نے اپنی مجلس فقہ میں مرتب کئے جس کا تعارف ابتدائی اوراق میں آچکا ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں، اس مختصر کتاب میں اس کا احاطہ ممکن نہیں البتہ حنفی فقیہہ علامہ ابن نجیمؒ کے جمع کردہ (۳۵) اصول سے جو بڑی جامعیت رکھتے ہیں بطور نمونہ چند ایک اصول یہاں درج کئے جاتے ہیں جو ام القواعد کی

حیثیت رکھتے ہیں ورنہ اہل علم حضرات نے تین سو سے زائد قواعد نقل کئے ہیں۔  
(مقتبس من الاشباہ والنظائر)

### قاعدہ نمبر ۱

لَا ثَوَابَ إِلَّا بِالنِّيَّةِ - ترجمہ: کسی بھی عمل کا ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا۔  
یہ ایک عظیم و جامع قاعدہ ہے جس سے کئی مسائل کا جواب دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ  
ثواب کا تعلق آخرت سے ہے اور آخرت میں وہی عمل کام آئے گا جو اللہ کی رضا و خوشنودی  
کے لئے کیا جاتا ہے۔

اس قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ عبادت و عادت میں تفریق کی جائے، عبادت پر ثواب  
ملتا ہے اور عادت ثواب سے خالی ہوتی ہے جیسے چلنا پھرنا، سانس لینا، سونا، کھانا پینا وغیرہ یہ  
ثواب سے خالی اعمال ہیں۔ یا مثلاً جانور کا ذبح کرنا کبھی تو کھانے و فروخت کرنے کے لئے  
ہوتا ہے تو یہ جائز یا پسندیدہ عمل ہے اور کبھی قربانی یا صدقہ خیرات کے لئے ہوتا ہے یہ عبادت  
ہے جس پر ثواب ملتا ہے اور کسی انسان کی تعظیم و تکریم کے لئے جانور ذبح کرنا یہ حرام عمل ہے  
۔ اس طرح سے مذکورہ قاعدہ سے سینکڑوں مسائل نکالے جاتے ہیں۔

### قاعدہ نمبر ۲

الْيَقِينُ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ - ترجمہ: یقین شک سے باطل نہیں ہوتا۔  
یعنی ایک چیز یقینی ہے اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں تو وہ اپنی اس حالت پر باقی  
رہے گی، محض کسی شک و شبہ پر اس کی یقینیت متاثر نہ ہوگی کیونکہ شک میں یقین نہیں ہوتا  
لہذا غیر یقین، یقین کو باطل نہیں کر سکتا۔

مثلاً پانی کی ذات پاک ہے لہذا وہ اپنی ہی صفت پاکی پر قائم رہے گا۔ محض شک  
و شبہ سے ناپاک نہیں ہوگا۔ اگر کسی نے اپنی آنکھ سے دیکھا یا کسی معتبر شخص نے اس پانی کی  
ناپاکی اظہار کیا تو اس وقت پانی کو ناپاک کہا جائے گا۔

یا مثلاً کسی مسلمان کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے، محض اس شبہ سے کہ اس نے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا یا نہیں؟ گوشت حرام نہ ہوگا۔ کیونکہ مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے۔ اس قاعدہ سے بھی سینکڑوں مسائل نکالے گئے ہیں۔

### قاعدہ نمبر ۳

الْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيرَ۔ ترجمہ: تنگی و مشقت سہولت و آسانی پیدا کرتی ہے۔  
یعنی احکام شریعت یا اعمال اسلامی میں اگر غیر معمولی تنگی و شدت ہو تو اس میں شریعت نے چھوٹ اور نرمی دی ہے کہ اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

مثلاً حالت سفر میں نماز جمعہ، نماز عیدین اور نماز باجماعت ادا کرنا ضروری قرار نہیں دیا جمعہ کے بجائے نماز ظہر ادا کر لے اور فرض نماز تنہا پڑھ لے۔ اسی طرح حالت سفر میں چار رکعت والی نماز کو دو رکعت سے پوری کر لے۔

یا مثلاً مرض و بیماری میں یا بیماری میں اضافہ ہونے کے اندیشہ سے وضو کے بجائے تیمم کر لینا جائز ہے۔ یا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں تکلیف یا مشقت ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اس قسم کے بیسیوں حالات میں شریعت کی اس سہولت سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

### قاعدہ نمبر ۴

مَا جَازَ لِعُذْرٍ بَطَلَ بِزَوَالِهِ۔ ترجمہ: جو سہولتیں عذر کی وجہ سے جائز تھیں وہ زوال عذر کے بعد ختم ہو جاتی ہیں۔

یعنی شریعت اسلامی نے تکلیف و شدید مشقت میں جو نرمی و سہولت دی تھیں وہ عارضی تھیں مشقت و عذر کے بعد از خود ختم ہو جاتی ہیں پھر عمل اپنی اصل شکل و صورت پر آجاتا ہے۔ قاعدہ نمبر ۳ میں اس کی مثال موجود ہیں۔

### قاعدہ نمبر ۵

الدَّمَاءُ كُلُّهَا نَجِسَةٌ وَيُسْتَنْبَى مِنْهُ عَشْرَةُ دِمَائٍ۔

ترجمہ: ہر جاندار کا خون ناپاک ہے البتہ دس (۱۰) خون اس حکم سے خارج

ہیں۔

(۱) شہید کا خون۔ (۲) وہ خون جو گوشت کے رگوں میں باقی رہتا ہے۔ (۳) وہ خون جو جگر میں ہوتا ہے۔ (۴) وہ خون جو کبدہ (کلیجی) میں رہتا ہے۔ (۵) بھیڑ بکری کے قلب کا خون۔ (۶) جو انسان کے بدن سے جدا نہ ہوا ہو۔ (۷) مکھی مچھر کا خون۔ (۸) جوں کا خون۔ (۹) مچھلی کا خون۔ (۱۰) پسو کا خون۔

اگرچہ یہ دس عدد حیوانات کا خون بھی خون ہے لیکن یہ دم مسفوح نہیں جس کو قرآن حکیم نے بیان کیا ہے (دم مسفوح کی تعریف کسی عالم سے دریافت کر لی جائے)

### قاعدہ نمبر ۶

الْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا۔ ترجمہ: دیناوی کام مقاصد کے تحت ہوا کرتے ہیں۔

یعنی رفاع عام کے لئے جو کام کئے جاتے ہیں جیسے دوا خانے، سرائے خانے، مسافر خانے، یتیم خانے، تالاب و کنویں وغیرہ اگر نیت اخلاص و رضائے الہی کی ہے تو عبادت اور کارِ ثواب ہے، ورنہ قیامت کے دن حسرت و ندامت۔ اور مثلاً انگور کی خرید و فروخت شراب بنانے کے لئے ہے تو حرام ہے ورنہ جائز۔ یہی حال انگور کی کاشت کا ہے۔

### قاعدہ نمبر ۷

الْعِبَادَةُ إِذَا بَطَلَ وَصْفُهَا لَا يَبْطُلُ أَصْلُهَا۔

ترجمہ: عبادت کا وصف و حال بدل جائے تو اصل عبادت باطل نہیں ہوتی۔

یعنی ہر عمل کی ایک صورت و شکل ہوتی ہے جیسے نماز، حج و عمرہ، صدقات و زکوٰۃ وغیرہ کی خاص خاص شکلیں ہیں اگر یہ بدل جائیں تو نماز، حج، زکوٰۃ وغیرہ ادا تو ہو جائیں گی لیکن اس کا ثواب و اجر ضائع ہو جائے گا۔ مثلاً نماز میں قیام، رکوع، سجود وغیرہ صحیح طریقہ سے نہیں

کیا، منافقوں کی نماز کی طرح ادا کیا (نَقَرَ الدَّيْكَ) نماز کی فرضیت تو ادا ہو جائے گی قضا کرنے کی ضرورت نہیں۔

یہ چند ایک اصول ہیں جو علم فقہ کے قواعد کہلاتے ہیں۔ ان قواعد سے ائمہ مجتہدین نے سینکڑوں مسئلے اخذ کئے ہیں اور آئندہ بھی جدید تقاضوں کا حل انہی اصولوں سے نکالا جائے گا یہ قواعد قرآن و حدیث سے ثابت ہیں (۱)۔

امام ابوحنیفہؒ کی مجلس علمی میں جس کے چالیس عظیم الشان ارکان تھے۔ تراسی ہزار (۸۳۰۰۰) مسائل ضبط کئے گئے جو آج فقہ حنفی کی بیسیوں کتابوں میں موجود ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے مجلس علمی کے ارکان کے نام و مختصر تذکرہ بیان کیا جا چکا ہے یہاں ان کی مکمل فہرست بھی مزید بصیرت کے لئے دی جاتی ہے۔

### امام ابوحنیفہؒ کی مجلس علمی کے ارکان

۱	امام زفرؒ	وفات ۱۵۸ھ	۲۱	امام اسد بن عمروؒ	وفات ۱۸۸ھ
۲	امام مالک بن مغولؒ	وفات ۱۵۹ھ	۲۲	امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ	وفات ۱۸۹ھ
۳	امام داؤد الطائیؒ	وفات ۱۶۰ھ	۲۳	امام علی بن مسہرؒ	وفات ۱۸۹ھ
۴	امام مندل بن علیؒ	وفات ۱۶۸ھ	۲۴	امام یوسف بن خالدؒ	وفات ۱۸۹ھ
۵	امام نصر بن عبدالکریمؒ	وفات ۱۶۹ھ	۲۵	امام عبداللہ بن ادریسؒ	وفات ۱۹۲ھ
۶	امام عمرو بن میمونؒ	وفات ۱۷۱ھ	۲۶	امام فضل بن موسیٰؒ	وفات ۱۹۲ھ
۷	امام حبان بن علیؒ	وفات ۱۷۲ھ	۲۷	امام علی بن ظبیانؒ	وفات ۱۹۲ھ
۸	امام ابو عصمہؒ	وفات ۱۷۳ھ	۲۸	امام حفص بن غیاثؒ	وفات ۱۹۲ھ
۹	امام زہیر بن معاویہؒ	وفات ۱۷۳ھ	۲۹	امام وکیع بن الجراحؒ	وفات ۱۹۷ھ
۱۰	امام قاسم بن معینؒ	وفات ۱۷۵ھ	۳۰	امام ہشام بن یوسفؒ	وفات ۱۹۷ھ
۱۱	امام حماد بن ابوحنیفہؒ	وفات ۱۷۶ھ	۳۱	امام یحییٰ بن سعید القطانؒ	وفات ۱۹۸ھ

(۱) تفصیل کے لئے علامہ ابن نجیمؒ کی کتاب الاشبہ والنظائر اور شرح الاشبہ جموی دیکھئے۔



۱۲	امام ہیانج بن بسطامؒ	وفات ۷۷ھ	۳۲	امام شعیب بن اسحاقؒ	وفات ۱۹۸ھ
۱۳	امام شریک بن عبداللہؒ	وفات ۷۸ھ	۳۳	امام ابو حفص بن عبدالرحمنؒ	وفات ۱۹۹ھ
۱۴	امام عافیہ بن یزیدؒ	وفات ۸۰ھ	۳۴	امام ابو مطیع بلخیؒ	وفات ۱۹۹ھ
۱۵	امام عبداللہ بن مبارکؒ	وفات ۸۱ھ	۳۵	امام خالد بن سلیمانؒ	وفات ۱۹۹ھ
۱۶	امام ابو یوسفؒ	وفات ۸۲ھ	۳۶	امام عبدالحمیدؒ	وفات ۲۰۳ھ
۱۷	امام محمد بن نوحؒ	وفات ۸۲ھ	۳۷	امام حسن بن زیادؒ	وفات ۲۰۴ھ
۱۸	امام ہشیم بن بشیر السلمیؒ	وفات ۸۳ھ	۳۸	امام ابو عاصم النبیلؒ	وفات ۲۱۳ھ
۱۹	امام ابو سعید تکلی بن زکریاؒ	وفات ۸۴ھ	۳۹	امام مکی بن ابراہیمؒ	وفات ۲۱۵ھ
۲۰	امام فضیل بن عیاضؒ	وفات ۸۷ھ	۴۰	امام حماد بن دلیلؒ	وفات ۲۱۵ھ

(مُلخص من امالی الاحبار والجوہر المفضیہ)

## امام ابو حنیفہؒ کی تصنیفات

علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

من مناقب ابی حنیفۃؒ التي انفراد بها انه اول من دون  
علم الشریعة ورتبه ابواباً. (تبیص الصحیفہ ص ۱۲۹  
مکتبہ ادارۃ القرآن)

ترجمہ: امام ابو حنیفہؒ کی امتیازی خصوصیات جن میں وہ یگانہ ہیں۔ ایک  
شان یہ ہے کہ انہوں نے شریعت کی ترتیب و تدوین میں سب سے پہلے  
قلم اٹھایا۔

ان کے بعد جو دوسرے امام نے اس کی نقل کی وہ امام مالکؒ ہیں جنہوں نے اپنی  
مشہور زمانہ کتاب ”موطأ امام مالکؒ“ ترتیب دی ہے۔ قاضی ابو العباس نے اپنی کتاب  
”اخبار ابی حنیفہؒ“ میں متصل سند سے عبدالعزیز بن محمد دروردیؒ سے روایت نقل کی ہے کہ امام

مالک، امام ابوحنیفہؒ کی کتاب سے استفادہ کرتے تھے۔

قال كان مالك ينظر في كتب ابي حنيفة وينتفع بها

ترجمہ: امام مالک، امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور ان سے

مستفید ہوا کرتے تھے۔ (مناقب ذہبی، ص: ۱۱)

تصنیف و تالیف کے ابتدائی دور میں علوم و فنون کی حفاظت کا یہی طریقہ تھا کہ مشائخ و اساتذہ کا زبانی تعلیم و تدریس کا طریقہ تھا، استاذ احادیث کو زبانی طور پر بیان کرتے اور شاگرد حضرات ان کو اپنے حفظ و یادداشت میں محفوظ کر لیتے۔ یہی طریقہ عام طور پر رائج تھا۔ اگرچہ بعض شاگردان احادیث کو تحریر بھی کر لیا کرتے تھے پھر آگے یہی طریقہ رائج ہو گیا۔ اس طرح مشائخ و اساتذہ کے صحیفے وجود میں آئے۔ جیسا کہ ہم نے لکھا ہے ابتدائی دور میں طریقہ تعلیم و تعلم عام طور پر زبانی ہوا کرتا تھا جس کو شاگرد اپنے استاذ کی زبانی سنا کرتا پھر اسی سماعت شدہ مجموعہ کو اپنے استاذ کا صحیفہ قرار دیتا اور وہ صحیفہ استاذ کے نام ہی پر مشہور ہو جاتا جیسا کہ علامہ دقیق العیدؒ کے افادات ”احکام الاحکام“ جس کو ان کے قابل شاگردوں میں قاضی محمد اسماعیل نے مرتب کیا پھر وہ ”ابن دقیق العیدؒ“ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی اپنے مشہور زمانہ شاگردوں قاضی ابو یوسفؒ، محمد بن الحسن الشیبانیؒ، زفر بن ہذیلؒ، حسن بن زیادؒ کے سامنے دوران درس جو احادیث بیان کیں ہیں انہیں ان حضرات نے حدیثاً، خبرنا وغیرہ (جو نقل حدیث کے الفاظ ہیں) کہہ کر احادیث جمع کی ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے ان درسی افادات کا نام ”کتاب الآثار“ ہے جو دوسری صدی ہجری کے ابتدائی زمانے میں مرتب ہوئی۔

”کتاب الآثار“ سے پہلے احادیث نبویہ کے جتنے بھی مجموعے اور صحیفے تھے ان کی ترتیب کتابی شکل میں نہ تھی بلکہ احادیث نبویہ کو سلسلہ وار جمع کر دیا گیا تھا یا پھر فرداً فرداً اصحاب رسول ﷺ کی احادیث جمع کر دی گئیں۔ ”کتاب الآثار“ اس دور کی پہلی کتاب ہے جس نے بعد میں آنے والے محدثین کے لیے ترتیب و تبویب کے راہ نما اصول فراہم کئے۔

”کتاب الآثار“ (چار ہزار احادیث رسول ﷺ سے انتخاب) حدیث کے دیگر کتابوں کی طرح ”کتاب الآثار“ کے راویوں کی تعداد بھی بے شمار ہے اور انہی حضرات کی روایت سے ”کتاب الآثار“ وجود میں آئی، علامہ شبلیؒ نے ”کتاب الآثار“ کے کئی ایک نسخوں کی نشاندہی کی ہے جو امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی گئیں ہیں۔ ان کی تعداد (۱۳) بیان کی ہیں لیکن عام شہرت چار نسخوں کو حاصل ہوئی۔

(سیرۃ النعمان ص ۶۷ دارالاشاعت)

بروایت امام محمدؒ ۱۸۹ھ	(۱) کتاب الآثار
بروایت امام ابو یوسفؒ ۱۸۲ھ	(۲) کتاب الآثار
بروایت امام زقرؒ ۱۵۸ھ	(۳) کتاب الآثار
بروایت حسن بن زیادؒ ۲۰۴ھ	(۴) کتاب الآثار

پھر ان چار نسخوں میں امام محمدؒ کی روایت کردہ کتاب کو سب سے زیادہ شہرت اور قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔  
حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں۔

”والموجود من حدیث ابی حنیفۃ مفرداً انما ہو کتاب

الآثار التي رواها محمد بن الحسن عنه“

(تعجیل المنفعة برجال الأئمة الأربعة، ص : ۱۹ ابن

حجر عسقلانیؒ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

ترجمہ: اس وقت امام ابوحنیفہؒ کی احادیث میں ”کتاب الآثار“ موجود ہے

جسے امام محمد بن الحسنؒ نے روایت کیا ہے۔

مشہور محقق شیخ ابوزہرہ مصریؒ نے کتاب الآثار کے بارے میں یہ حقیقت ظاہر کی ہے۔

یہ کتاب علمی طور پر تین وجوہ سے ممتاز و نادر الوجود ہے اول یہ کہ یہ کتاب امام

ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ احادیث کا مجموعہ ہے۔ دوم یہ کہ فتاویٰ صحابہؓ اور احادیث مرسلہ کا کیا

مقام ہے اس کو امام ابوحنیفہؒ نے واضح کیا ہے۔ سوم کوفہ و بصرہ کے تابعین فقہاء کے فتاویٰ اور

اقوال تک ہماری رسائی ہو جاتی ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا کارنامہ ہے جنہوں نے تابعین کے واسطوں سے احادیث رسول ﷺ ہم تک پہنچائیں جو احادیث کی اعلیٰ قسم شمار ہوا کرتی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ صحابہ کرام اور کبار تابعین کا زمانہ تھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار مرتب کروائی۔ علامہ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

”ان الامام ذکر فی تصانیفہ نیفا وسبعین الف حدیث  
وانتخب الآثار من الاربعین الف حدیث.“ (

عقود الجواهر، ج: ۱، ص: ۲۳. مناقب علی  
قاری، ج: ۲، ص: ۷۷)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ نے اپنی تصانیف میں (۷۰) ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں۔ اور چالیس ہزار احادیث سے ”کتاب الآثار“ منتخب کی ہے۔ جس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں آچکا ہے۔

امام شافعیؒ کا ارشاد ہے:

”من لم ينظر في كتب ابي حنيفة لم يتبحر في الفقه“

ترجمہ: جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں سے بے نیاز رہا اس کو علم فقہ میں

مہارت حاصل نہ ہوئی۔ (اخبار ابی حنیفہ ۸۷/۱ مکتبہ عالم الکتب)

شیخ الاسلام یزید بن ہارونؒ نے ایک شخص کے استفسار پر فرمایا:

”ما رأیت احداً من الفقهاء یکره النظر فی قوله“

ترجمہ: میں نے کسی بھی فقیہ کو امام ابوحنیفہؒ سے بے نیاز نہیں دیکھا۔

(تاریخ بغداد، ج: ۱۳، ص: ۳۳۲ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

امام طحاویؒ جو بہت بڑے محدث ہیں جن کی کتاب ”شرح معانی الآثار للطحاوی“

صحاح ستہ کی کتابوں کی طرح معروف ہے۔ مسلک شافعی تھے کثیر غور و فکر کے بعد مسلک

احناف اختیار کیا جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا میرے ماموں امام مزنیؒ جو امام

شافعیؒ کے بڑے شاگردوں میں شامل ہیں، امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے

میں نے بھی یہی مسلک اختیار کر لیا۔ (وفیات الاعیان ۱/۱)

امام طحاویؒ کی یہ عظیم الشان کتاب شرح معانی الآثار (طحاوی شریف) کتب حدیث میں مشہور و معروف ہے فقہ حنفی کی ساری احادیث صحیحہ اس کتاب میں موجود ہیں۔ محدثین میں امام طحاویؒ وہ واحد محدث ہیں جنہوں نے علم فقہ (مسائل شرعیہ کے اثبات) میں حدیث کے ساتھ دلیل عقلی کو بھی بیان کیا ہے۔

اسی طرح فقہ کو دلیل نقلی (قرآن و حدیث) کے ساتھ دلیل عقلی (اجتہاد) سے مضبوط کیا گیا۔

امام طحاویؒ کی یہ کتاب ہر کتب خانہ میں پائی جاتی ہے۔ ولله الحمد

### جامع المسانید:

امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں حاسدوں و مخالفوں نے یہ مشہور کر دیا کہ امام ابوحنیفہؒ کی کوئی کتاب نہیں دراصل یہ قول فرقہ معتزلہ کا ہے جو امام ابوحنیفہؒ کے دور کا بہت بڑا فتنہ تھا جس کی بیخ کنی کے لئے امام ابوحنیفہؒ کے کارنامے آج بھی مشعلِ راہ ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی تصانیف مخصوص کتابوں کے نام سے نہیں جیسا کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں لکھا ہے۔ اس دور میں کتابوں کی صورت و شکل آج کی طرح نہیں ہوا کرتی تھی۔ اوراق و صحیفے ہوا کرتے تھے جس میں استاذ کی تقریر کو محفوظ کر لیا جاتا تھا بلکہ زیادہ حصہ اپنی ذہنی قوت یادداشت میں محفوظ کر لیا جاتا۔ یہ اس وقت کا ایسا نادر کارنامہ ہے جو دیگر آسمانی و غیر آسمانی مذاہب میں کہیں نظر نہیں آتا۔ قرآن حکیم بھی تو ایسے ہی جمع کیا گیا اس کا بڑا حصہ زبانوں اور دلوں میں محفوظ کیا گیا پھر اس کو من و عن دوسروں تک پہنچا دیا گیا اس طرح سے اس کا زیر، زبر، نقطہ بھی تبدیل نہ ہو سکا۔

عہد نبوت میں قرآن حکیم کے کئی ایک قاری تھے جنہیں پورا قرآن از بر تھا۔ اگرچہ عہد نبوت میں قرآن لکھا گیا لیکن وہ موجودہ کتابی شکل نہ تھی بلکہ خاص درختوں کے پتوں، پتھریا لوہے کی پلیٹوں، یا باریک نفیس چمڑے کی چادروں پر لکھا جاتا تھا۔ یہی عہد نبوت کی کتاب قرآن کریم تھی پھر خلفاء اربعہ کے دور میں موجودہ کتابی شکل دی گئی۔ اگر کوئی یہ دعویٰ

کرے کہ عہد نبوت میں کتاب (قرآن حکیم) نہ تھی تو یہ بات مریض عقل یاد یوانے کی بڑ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی یہی حال احادیث رسول کا تھا، آج کے موجودہ دور میں ماضی بعید کی یہ طفلانہ صدا، صدائے بازگشت کے طور لکھی و بولی جا رہی ہے اللہ انہیں ہدایت دے گمراہی میں چلے جا رہے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ نے اپنی مجلس علمی میں چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) احادیث کی روشنی میں فقہ اسلامی مرتب کی جو آج تیرہ صدیاں گزرنے کے باوجود عالم اسلام کے قانون عدالت کا ماخذ ہے۔  
قانون اسلامی مرتب ہو امام ابوحنیفہؒ کی چالیس (۴۰) رکنی مجلس جس کا تذکرہ گزشتہ اوراق میں آپ نے پڑھ لیا ہے قرآن و حدیث کے مجموعہ سے اس کو مدون کیا گیا قانون اسلامی کا یہ دفتر جن آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے مرتب ہوا ان کو امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں نے جمع کیا اسی مجموعہ کو مسند کہا جاتا ہے ہر شاگرد کا جمع کردہ ”مسند“ اس کے نام سے معروف ہے ایسی مسنید کی تعداد پندرہ ہے جن کو ”جامع المسنید“ کہا جاتا ہے جو احادیث کا مضبوط قلعہ ہیں۔

ان احادیث میں امام ابوحنیفہؒ اور صحابی رسول ﷺ کے درمیان صرف واسطے ہیں جو احادیث نبویہ کی اعلیٰ قسم تسلیم کی جاتی ہے۔

گزشتہ اوراق میں آپ امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ کی تفصیل پڑھ چکے ہیں۔ یہ حضرات علم حدیث کے اولین ارکان شمار کئے جاتے ہیں اور جن کے شاگردوں کے شاگرد امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، بلکہ صحاح ستہ کے تمام مؤلفین کے استاذ و شیوخ ہیں۔ کتاب بخاری کو جو دیگر کتابوں پر فضیلت دی گئی اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب میں (۲۲۰) عدد احادیث ”ثلاثیات“ ہیں جن میں امام بخاریؒ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہوا کرتے ہیں۔

(۱) تبع تابعین (۲) تابعین (۳) صحابی، ایسی احادیث اصح الاحادیث کہلائی جاتی ہیں۔

بائیس (۲۲) ثلاثیات میں بیس (۲۰) ثلاثیات امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کی ہیں۔

اس لحاظ سے امام بخاریؒ، امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد قرار پاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی ”جامع المسانید“ پندرہ مسندوں پر مشتمل ہے۔

جامع المسانید کی کئی ایک شروحات لکھی گئیں ان میں سب سے بڑا کام ملک شام کے امام ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمیؒ المتوفی ۶۶۵ھ نے امام ابوحنیفہؒ کی تمام مسانید کو ایک بڑی ضخیم کتاب ”جامع المسانید“ کے نام سے یکجا کیا یہ ملت اسلامیہ کا بہت بڑا کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک سورج کی طرح آب و تاب کے ساتھ باقی رہے گا۔ فلولہ الحمد

امام خوارزمیؒ خود لکھتے ہیں کہ میں نے ملک شام میں بعض جاہلوں سے امام ابوحنیفہؒ کی حدیثوں کی تعداد کے بارے میں ایسی قلیل مقدار کا ذکر سنا کہ جس سے امام ابوحنیفہؒ کی تحقیر ہوتی تھی۔ یہ لوگ دعویٰ کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے۔ اس بدترین جھوٹ و تہمت پر میری دینی و ایمانی غیرت دامن گیر ہو گئی۔ میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ملت کے بڑے محدثین نے امام ابوحنیفہؒ کی تحریر کردہ حدیثوں کو جو پندرہ مسندوں میں جمع ہیں، یکجا کر دوں۔ (محقق ابوزہرہ ص ۱۹۲)

ان پندرہ مسانید میں مسند امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ شامل ہیں اور ان کتابوں کو علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہؒ کی مسند ہیں۔

امام علی بن جعد الجوهریؒ جو حدیث کے بہت بڑے امام اور امام بخاریؒ و امام ابوداؤد کے استاذ ہیں فرماتے ہیں۔

”ابوحنیفہؒ اذا جاء بالحدیث جاء به مثل الدر“

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ جب بھی حدیث پیش کرتے ہیں تو وہ موتی کی طرح

آبدار ہوتی ہے۔ (جامع المسانید، ج ۲ ص ۲۰۸)

جامع المسانید کے پندرہ نسخوں کے نام و مرتبین کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

کتاب جامع المسانید

ابو محمد الحارثی البخاریؒ المتوفی ۳۴۰ھ

(۱) المسند

الحافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفرؒ ۳۴۰ھ

(۲) المسند

ابوالحسن محمد بن المنظرؒ المتوفی ۳۷۹ھ

(۳) المسند

- (۴) المسند الامام الحافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی ۳۰۳ھ
- (۵) المسند الامام ابو بکر محمد بن عبد الباقي بن محمد
- (۶) المسند الامام الحافظ صاحب الجرح والتعديل ابو احمد بن عبد اللہ الجرجانی
- (۷) المسند امام حسن بن زياد اللؤلؤی صاحب ابی حنیفہ ۲۰۴ھ
- (۸) المسند القاضي ابو الحسن الاشنائی
- (۹) المسند ابو بکر احمد بن محمد الکلاعی
- (۱۰) المسند حافظ ابو عبد اللہ الحسین بن محمد خسرو اخی بلخی ۵۲۳ھ
- (۱۱) المسند حماد بن ابی حنیفہ ۱۷۶ھ
- (۱۲) المسند الامام محمد بن الحسن شیبانی ۱۸۹ھ
- (یسمی نسخة محمد بن ابی حنیفہ)
- (۱۳) المسند الامام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم القاضي ۱۸۳ھ
- (۱۴) المسند الامام محمد بن الحسن شیبانی ۱۸۹ھ
- (۱۵) المسند ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام

(جامع المسانید ج ۱ ص ۶۹، الباب الثانی) مطبوعہ فی الہند حیدرآباد

مذکورہ پندرہ مسانید امام ابو حنیفہ کی خود نوشتہ نہیں ہیں بلکہ امام ابو حنیفہ کی بیان کردہ احادیث ہیں جن کو ان کے شاگردوں نے ضبط کیا اور اس کو مسند ابو حنیفہ کا نام دیا گویا یہ سب حضرات امام ابو حنیفہ کی روایت کردہ احادیث کے نقل کرنے والے ہیں۔ ان پندرہ مسانید کے علاوہ امام طحاوی جو فقہاء متقدمین میں شمار کئے جاتے ہیں امام ابو حنیفہ کی روایات و آثار کو اپنی مشہور زمانہ کتاب ”طحاوی شریف“ ”معانی الآثار“ اور ”مشکل الآثار“ میں جمع کر دیا جو آج ہندو پاک کے علاوہ دنیا کی بڑی جامعات میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں۔ ان کتب کے علاوہ زبیدی نے اپنی کتاب ”عقود الجواہر“ میں وہ تمام احادیث جمع کر دیں ہیں جو مسلک امام ابو حنیفہ کے دلائل شمار کئے جاتے ہیں۔



امام ابوحنیفہؒ نے کم و بیش چار ہزار محدثین سے روایات نقل کی ہیں۔ امام ذہبیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ محدث یحییٰ بن نصر نے بیان کیا کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے مکان میں داخل ہوا تو پورا گھر کتابوں سے بھرا پایا۔ میں نے امام صاحب سے دریافت کیا یہ کونسی کتابیں ہیں؟ فرمایا احادیث رسول ﷺ کا ذخیرہ ہے۔ ان میں سے میں نے وہی حصہ لیا ہے جس کی مجھ کو فقہ میں ضرورت تھی باقی اپنی جگہ محفوظ ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر مکیؒ نے کتاب ”الخیرات الحسان فی مناقب النعمان“ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مشائخ حد و شمار سے باہر ہیں جن میں بعض اصحاب رسول ﷺ اور دیگر تابعین و تبع تابعین کی تعداد شامل ہے۔  
امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

”من مناقب ابی حنیفۃ التی ان فرد بها انه اول من  
دون علم الشریعة ورتبه ابو اباً“

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ کی خصوصیات میں سے ایک بات ایسی بھی ہے جس میں وہ ممتاز ہیں انہوں نے فقہ اسلامی کی ترتیب و تدوین کا سب سے پہلے کام انجام دیا۔ (تبیض الصحیفہ، ج: ۱۲۹، مکتبہ ادارۃ القرآن)

پھر امام سیوطیؒ یہ بھی لکھتے ہیں کہ روئے زمین کی پہلی اسلامی کتاب ”موطا“ کی تدوین و ترتیب میں امام مالکؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی پیروی و تقلید کی ہے۔  
قاضی ابو العباسؒ نے کتاب ”اخبار ابی حنیفہ“ میں سند متصل کے ساتھ محمد بن عبدالعزیز بن محمد دروردیؒ سے روایت کی ہے کہ امام مالکؒ، حضرت امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے۔ (مناقب ذہبیؒ، ص: ۱۱)

## کتاب الآثار کا تعارف

امام ابوحنیفہؒ نے شہر کوفہ کی مشہور علمی درسگاہ میں تدوین فقہ کے ساتھ فقہ کے ابواب پر مشتمل احادیث کا ایک صحیح مجموعہ انتخاب فرما کر مرتب کیا پھر اسے اپنے مشہور زمانہ شاگردوں قاضی ابو یوسفؒ، امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ، امام زفر بن ہذیلؒ اور امام حسن بن زیادؒ

وغیر ہم کے سامنے دوران درس بیان کیا انہیں آپ کے شاگردوں نے حدیثاً، خبرنا کے الفاظ سے تحریر کر لیا۔ امام صاحبؒ کے ان درسی افادات کا نام ”کتاب الآثار“ ہے جو دوسری صدی ہجری کے وسط کی تالیف ہے۔

پھر اس کتاب کے راویوں کی کثرت سے ”کتاب الآثار“ کے بہت سے نسخے ہو گئے۔ لیکن دوام و شہرت چار نسخوں کو حاصل رہی۔

(۱) کتاب الآثار بروایت امام محمد بن حسن الشیبانیؒ

(۲) کتاب الآثار بروایت امام ابو یوسفؒ

(۳) کتاب الآثار بروایت امام زفرؒ

(۴) کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیادؒ

پھر ان چار نسخوں میں سب سے زیادہ شہرت اور قبولیت امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کے روایت کردہ نسخے کو حاصل ہوئی جو امام ابو حنیفہؒ کی روایات کا مستند و صحیح احادیث کا ذخیرہ ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تحریر کرتے ہیں۔

”والموجود من حدیث ابی حنیفة مفرداً انما هو کتاب

الآثار التی رواها محمد بن الحسن عنہ“ (تعجیل المنفعة

برجال الائمة الاربعة، ص: ۱۹)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے کتاب الآثار کے راویوں کے حالات پر دو کتابیں لکھی ہیں پہلی کتاب کا نام ”الایثار بمعرفۃ رواة الآثار“ دوسری کتاب کا نام ”تعجیل المنفعة بزوائد رجال الائمة الاربعة“ یہ کتاب دائرة المعارف العثمانیہ حیدرآباد اے۔ پی سے شائع ہو چکی ہے۔ حافظ سخاویؒ نے بھی کتاب الآثار کے راویوں پر ایک مستقل کتاب کی نشاندہی کی ہے۔ (اعلان بالتویح، ص: ۱۱۷)

علامہ چلیؒ نے ”کشف الظنون“ میں ”کتاب الآثار“ پر امام ابو جعفر طحاویؒ کی ایک

شرح کا بھی ذکر کیا ہے۔

مشہور محقق شیخ ابوزہرہ مصری نے کتاب الآثار کے بارے میں لکھا ہے۔

یہ کتاب ”کتاب الآثار“ علمی طور پر تین وجہ سے اہم ترین ہے (۱) پہلی بات تو یہ کہ امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ احادیث کا یہ ذخیرہ ہے۔ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ امام صاحب نے احادیث رسول ﷺ اور فتاویٰ صحابہ کا استعمال کس طرح کیا ہے۔ (۳) تیسری بات یہ کہ اس کتاب سے تابعین حضرات اور فقہائے کوفہ کے خصوصاً اور فقہاء عراق کے عموماً فتاویٰ تک ہماری رسائی ہو جاتی ہے۔ (ابوحنیفہؒ: مولف ابوزہرہ مصری)

امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ بعض صحابہ کرامؓ اور بڑے بڑے تابعین کا زمانہ تھا احادیث رسول ﷺ کی اتنی وسعت و تشہیر ابھی تک نہیں ہوئی تھی جیسا کہ امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کے زمانے میں ہو گئی۔ ایک ایک حدیث کے لئے سینکڑوں سلسلہ سند ہو چکے تھے لیکن امام ابوحنیفہؒ کے دور میں دو یا تین راویوں کے واسطے سے حدیث رسول ﷺ مل جایا کرتی تھی اس کے باوجود بھی امام ابوحنیفہؒ نے چالیس ہزار احادیث سے ”کتاب الآثار“ کا انتخاب کیا۔ چنانچہ امام ابوبکر زرنجریؒ فرماتے ہیں: ”انتخب ابوحنیفہؒ ”الآثار“ من اربعین الف حدیث“

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ نے ”کتاب الآثار“ کو چالیس ہزار احادیث رسول

ﷺ سے منتخب کیا۔ (مناقب الموفق، ج: ۲، ص: ۹۵)

محقق ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

”ان الامام ذکر فی تصانیفہ نیفاً و سبعین الف حدیث

وانتخب ”الآثار“ من اربعین الف حدیث“ (مناقب

علی قاریؒ، ج: ۲، ص: ۴۷۴)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار (۷۰۰۰) سے زائد

احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے ”کتاب الآثار“ کا

انتخاب کیا ہے۔

امام عبداللہ بن المبارکؒ جن کو ”امیر المؤمنین فی الحدیث“ کے لقب سے یاد

کیا جاتا ہے اور جو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے استاذوں میں شمار کئے جاتے ہیں فرمایا

کرتے تھے۔

روی آثارہ فاجاب فیہا  
کطیران الصقور من منیقة  
فلم یک فی العراق له نظیر  
ولا بالمشرقین ولا بکوفہ

(المناقب، ص: ۱۹۰)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ نے اپنی کتاب ”الآثار“ کو روایت کیا تو اتنی تیزی سے  
چلے جیسے بلندی سے شکاری پرندہ حملہ کرتا ہے۔ نہ تو عراق میں ان کی نظیر  
تھی اور نہ کوفہ میں نہ مشرق و مغرب میں۔

امام شافعیؒ فرماتے تھے۔

”من لم ینظر فی کتب ابی حنیفة لم یتبحر فی الفقہ“  
(اخبار ابی حنیفہ ۱/۸۷)

ترجمہ: جو کوئی امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں سے بے نیاز رہے گا اس کو علم میں  
مہارت حاصل نہ ہوگی۔

شیخ الاسلام یزید بن ہارونؒ نے ایک استفسار کے جواب میں فرمایا:

”انظروا فیہا ان کنتم تریدون ان تفقہوا فانی  
مارایت احداً من الفقہاء یکرہ النظر فی قولہ۔“  
(تاریخ بغداد، ج: ۱۳، ص: ۳۴۲)

ترجمہ: اگر تم فقیہ بننا چاہتے ہو تو امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرو میں  
نے کسی بھی فقیہ عالم کو ان سے بے نیاز نہیں دیکھا۔

محدث یحییٰ بن نصر کہتے ہیں میں امام ابوحنیفہؒ کے مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ  
کتابوں سے بھرا ہوا تھا۔ پوچھا یہ کونسی کتابیں ہیں؟ فرمایا یہ سب احادیث شریفہ کا ذخیرہ ہے  
۔ میں نے ان میں سے صرف وہ احادیث لی ہیں جو فقہ کی تدوین کے لئے ضروری تھیں۔

(عقود الجواہر، ج: ۱، ص: ۲۳)

## امام طحاویؒ کی فکری تبدیلی

محمد بن احمد الشریؒ نے امام طحاویؒ سے دریافت کیا (جو طبقہ محدثین میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں) آپ نے اپنے ماموں امام مزنیؒ (جو امام شافعیؒ کے ممتاز شاگرد تھے) کا مسلک چھوڑ کر امام ابوحنیفہؒ کا مسلک کیوں اختیار کیا؟

امام طحاویؒ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے ماموں امام مزنیؒ کو دیکھا کہ وہ ہمیشہ امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے ہیں میں نے بھی ان کا مسلک اختیار کر لیا۔

(وفیات الاعلام ۱/۷۱)

ایک روایت میں یہ واقعہ اس عنوان سے نقل کیا گیا ہے۔

امام طحاویؒ نے اپنے ماموں امام مزنیؒ جو شافعی مسلک رکھتے تھے ایک دفعہ ان کی کسی تحقیق سے اختلاف کیا اور اس پر قائم رہے۔ امام مزنیؒ کو یہ بات ناگوار گزری چونکہ امام طحاویؒ ان کے شاگرد اور بھانجے بھی ہوتے تھے۔ یہ تنبیہ فرمائی واللہ تم علم و فہم کی نعمت سے محروم رہو گے۔

امام طحاویؒ اس علمی تنبیہ سے متاثر نہ ہوئے اور اپنے ماموں کا شافعی مسلک ترک کر دیا مسلک حنفی کی تحقیق میں مشغول ہو گئے۔ آخر اپنی تحقیق و جستجو میں اس مقام تک پہنچے جس کے نتیجہ میں حدیث کی کتاب ”شرح معانی الآثار“ (طحاوی شریف) وجود میں آئی۔ یہ کتاب فقہ حنفی کی احادیث کی ان کتابوں میں شامل ہے جنہیں ”امہات الکتب“ کہا جاتا ہے۔ ہزار سال گزر گئے آج بھی کتاب کی وہی شان ہے جو اپنے دور میں معروف تھی۔ جب یہ کتاب وجود میں آئی تو امام طحاویؒ فرمایا کرتے تھے۔ اگر آج میرے ماموں امام مزنیؒ باحیات ہوتے اور میری یہ کتاب دیکھتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیتے۔ فرحمة اللہ تعالیٰ علیہ و مغفرتہ۔

## امام ابوحنیفہؒ کی حاضر جوابی

امام ابوحنیفہؒ کو علم فقہ و اجتہاد اور قرآن و حدیث سے مسائل کے استخراج میں جو

غیر معمولی حافظہ، طبعی ذکاوت، فطری ذہانت حاصل تھی وہ ایک خصوصی عطا و بخشش تھی جو خدائے علیم و حکیم نے عطا کی تھی۔ بہت کم انسانوں کو یہ نصیب ہوا ہے۔

زمانے کے ہم عصر علماء کے علاوہ مخالفین و حاسدین بھی ان کی اس غیر معمولی ذکاوت و ذہانت کے معترف تھے۔ حاضر جوابی جو اللہ کی علمی نعمتوں میں عظیم نعمت شمار کی جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کو اس کا بھرپور حصہ ملا تھا۔

حاضر جوابی:

امام ابوحنیفہؒ کے ایک ہم عصر محدث امام اعمشؒ جن کا پورا نام سلیمان بن مہران تھا جن کی وفات ۱۲۸ھ میں ہوئی ”سیدالمحدثین“ کے لقب سے ممتاز تھے ان کی روایت کردہ احادیث کو عام طور پر ”مصحف“ کہا جاتا تھا (قرآن جیسا مجموعہ) چار ہزار احادیث زبانی بیان کرتے تھے۔

امام اعمشؒ سے ایک دفعہ خطا سرزد ہو گئی۔ ان کی بیوی جو حسین و جمیل خاتون تھی اس کو اپنے حسن و جمال پر ناز بھی تھا اس کے برعکس امام اعمشؒ معمولی شکل و صورت کے آدمی تھے ایک عیب یہ بھی تھا کہ آنکھوں میں چندھیاں پن تھا، بیوی ان کو خاطر میں نہ لاتی اکثر جھگڑا کیا کرتی۔ ایک دفعہ ایسا ہی ہوا امام اعمشؒ تھک تھکا کر گھر آئے، بیوی نے جھگڑا شروع کر دیا اور اصرار کیا کہ تم مجھ کو طلاق دیدو ورنہ آج سے بات چیت بند، امام اعمشؒ نے اس کو بہت سمجھایا مگر اس کی ضد اور بڑھ گئی اور شدت اختیار کر گئی بالآخر بیوی نے بات چیت بند کر لی۔ امام اعمشؒ نے پھر بھی فہمائش کی لیکن وہ راضی نہ ہوئی۔ بالآخر غصے میں آکر امام اعمشؒ نے قسم کھالی کہ اگر آج کی رات تک تو نے بات نہ کی تو تجھ پر طلاق بائن (ایسی طلاق جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے) غصے و جذبات میں امام اعمشؒ کی زبان سے یہ الفاظ نکل تو گئے لیکن بہت جلد گھریلو حالات بچوں کی نگہداشت امور خانہ داری اور دیگر مسائل سامنے آگئے اور اپنے فیصلہ پر نادم ہو گئے نجات کی کوئی صورت نہ تھی کیونکہ رات ختم ہوتے ہیں بیوی جدا ہو جائے گی پھر کوئی حل نہیں۔ راتوں رات امام ابوحنیفہؒ کے گھر گئے اور صورت

حال بیان کی اور التجا کی کہ آپ ہی اس کا حل نکال سکتے ہیں۔  
 امام ابوحنیفہؒ نے تسلی دی۔ مشکل یہ تھی کہ ایسے الفاظ استعمال کرنے پر شوہر کو طلاق  
 واپس لینے کا اختیار نہیں رہتا وقت گزرتے ہی (یعنی رات ختم ہوتے ہی) طلاق واقع ہو جاتی  
 ہے اور نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے امام اعمشؒ سے برجستہ کہا فکر کی بات نہیں  
 خاطر جمع رکھئے، میں ابھی مسجد کے مؤذن کو پابند کر دوں گا کہ وہ آج فجر کی اذان رات ختم  
 ہونے سے پہلے پہلے دیدے تاکہ پوری اذان رات ہی کے اندر ہو جائے۔ چنانچہ امام  
 ابوحنیفہؒ نے یہ کام کروا دیا ابھی صبح صادق طلوع نہ ہوا تھا کہ مؤذن نے اذان دیدی ادھر امام  
 اعمشؒ کی بیوی جو پہلے ہی سے اپنا انتظام کر بیٹھی تھی اذان کا انتظار کر رہی تھی اذان کی آواز سنی تو  
 اچھل پڑی اور جوڑ مسرت میں بول پڑی۔ ”اللہ کا شکر ہے آج اس بوڑھے سے نجات ملی۔  
 پھر شوہر کو جو بھی کہنا تھا کہہ دیا۔“ امام اعمشؒ نے کہا کیسی نجات؟ کیسی خوشی؟ ابھی رات باقی  
 ہے مؤذن نے رات ختم ہونے سے پہلے اذان دیدی ہے اور تو نے رات ختم ہونے سے پہلے  
 ہی مجھ سے بات کر لی لہذا میری طلاق باطل ہو گئی اور تو حسب سابق میری بیوی رہی۔

امام ابوحنیفہؒ کا یہ مشورہ بروقت برجستہ تھا اور قیامت تک ان شوہروں کو جو اس قسم کی  
 مصیبت سے دوچار ہو جاتے ہیں نجات پانے کا ایک حل ہاتھ آ گیا اور ان عورتوں کو جو  
 ذرا ذرا سی بات پر شوہروں کو الٹا لٹکا دیتی ہیں زبانوں پر تالا لگا دیا۔  
 حاضر جوابی:

ایک رومی اسکالر بغداد میں خلیفہ کے دربار میں آیا اور اپنے علم و ہنر، دانائی و ہمہ دانی  
 کے دعوے کئے اور اس نے بڑے فخر و شان سے کہا کہ میرے پاس تین ایسے سوال ہیں جن کا  
 آپ کی سلطنت کے سارے علماء ملکر بھی جواب نہیں دے سکتے۔ خلیفہ اس کے دعویٰ سے  
 حیران تھا اعلان کروایا جو علماء جواب دے سکتے ہیں وہ فلاں تاریخ کو دربار میں آ جائیں۔  
 علماء فقہاء جمع ہوئے امام ابوحنیفہؒ بھی تشریف لائے۔ رومی اسکالر نے منبر پر چڑھ کر علماء  
 اسلام کو اپنے تین سوالات سنائے۔

۱۔ یہ بتاؤ کہ اللہ سے پہلے کائنات میں کون تھا؟

۲۔ یہ بتاؤ کہ اللہ کا رخ کدھر ہے؟

۳۔ یہ بتاؤ کہ اللہ اس وقت کیا کر رہا ہے؟

چونکہ سوالات نئے قسم کے تھے تھوڑی دیر مجمع پر سکوت رہا پھر اچانک امام ابوحنیفہ آگے بڑھے اور اسکا لر سے کہا چونکہ آپ نے منبر پر بیٹھ کر سوالات کئے ہیں مجھ کو بھی منبر پر بیٹھ کر جوابات دینا چاہئے لہذا نیچے آؤ۔ امام صاحب منبر پر بیٹھ گئے۔ اسکا لر سے کہا سوال دہراؤ۔

اسکا لر نے کہا پہلا سوال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پہلے کائنات میں کون تھا؟

امام ابوحنیفہ نے جواب دیا گنتی شمار کرو اسکا لر نے ایک سے دس تک گنتی شمار کی امام صاحب نے کہا دس سے پیچھے کی طرف الٹی گنتی شمار کرو اسکا لر نے ۱۰-۹-۸-۷-۶-۵-۴-۳-۲-۱ شمار کیا۔ امام صاحب نے فرمایا ایک سے پہلے گنو؟ اسکا لر نے کہا ایک سے پہلے کوئی عدد نہیں ہوتا۔

امام صاحب نے فرمایا اللہ بھی ایک ہے اور اس سے پہلے کوئی نہیں۔ یہ تمہارے پہلے سوال کا جواب ہے۔

اسکا لر نے دوسرا سوال کیا کہ اللہ کا رخ کدھر ہے؟

امام صاحب نے ایک شمع روشن کی پھر اسکا لر سے اس کا رخ دریافت کیا کہ اس کا رخ کدھر ہے؟

اسکا لر نے کہا شمع کا رخ ہر چار سو ہے۔ امام صاحب نے کہا یہی حال اللہ کا ہے اس کا رخ ہر طرف ہے۔

تیسرے سوال کے جواب میں کہ اللہ اس وقت کیا کر رہا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اس وقت اللہ نے تجھے منبر سے نیچے اتار دیا ہے اور مجھ کو منبر پر بیٹھنے کی عزت دی اور تیرے سوالات کے جوابات القاء کئے۔

بات آنا فنا ختم ہوگئی رومی اسکا لر نے راہ فرار ہی میں اپنی عافیت سمجھی مناظرہ ختم

ہو گیا۔ (الموفق، ج: ۱، ص: ۷۸، مکتبہ اسلامیہ، عقود الجمان، ص: ۲۸۴، مکتبہ الایمان)



ایک تیسرا مناظرہ:

شہر کوفہ کا ایک رافضی حضرت عثمان ذی النورینؓ کے خلاف بکواس کیا کرتا تھا۔ کبھی انہیں کافر کہتا تھا کبھی یہودی کہہ کر گالی دیتا۔ امام ابوحنیفہؒ کو جب اس کا علم ہوا تو بے چین ہو گئے ایک دن رافضی کے گھر گئے۔ رافضی بے حد خوش ہوا کہ اتنا بڑا امام بغیر کسی دعوت کے غریب خانہ آ گیا۔ امام صاحب نے نہایت محبت و خیر خواہی کے انداز میں اس رافضی سے کہا کہ میں تمہاری لخت جگر لڑکی کے لئے ایک بہترین رشتہ لایا ہوں لڑکا نہایت دیندار، بااخلاق، حسب و نسب کے لحاظ سے ممتاز، شکل و صورت میں حسین و جمیل، مال و دولت کے لحاظ سے بھی خوشحال، تم اس کو اپنی بیٹی کے لئے قبول کر لو۔ رافضی خوشی میں اچھل گیا کہنے لگا یہ رشتہ میری لڑکی کے علاوہ سارے خاندان کے لئے بھی عزت و شرافت ہے۔ آپ ہی اپنی سرپرستی میں میری لڑکی کا نکاح پڑھادیں۔ مشورہ کی ضرورت نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا میں اس کو قبول کرتا ہوں البتہ لڑکے میں ایک عیب ہے کہ وہ مذہباً یہودی ہے۔ رافضی کا رنگ اچانک بدل گیا جھلا کر بولا کیا میں اپنی لڑکی کا نکاح یہودی سے کر دوں؟

امام ابوحنیفہؒ نے برجستہ فرمایا کیا حرج ہے؟ آپ اپنی ایک لخت جگر کو یہودی کے نکاح میں دینے کے لئے تیار نہیں لیکن رسول ﷺ نے اپنی صاحبزادیوں میں سے دو صاحبزادیوں کو یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیدیا تھا (جب کہ رافضیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت عثمانؓ یہودی تھے) یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے اپنی دوسری لڑکی کے انتقال پر فرمایا عثمانؓ ایسا شخص ہے اگر میرے ہاں تیسری لڑکی ہوتی تو اس کا نکاح بھی عثمانؓ سے کر دیتا۔ اللہ اکبر، اس جواب سے رافضی کی عقل و فکر پر ایک زبردست چوٹ لگی کہ اپنے شیعہ عقیدہ پر شرمندہ ہوا اور خلوص دل سے توبہ کی، کلمہ اسلام پڑھ کر اسلام میں دوبارہ داخل ہوا۔ لا الہ الا اللہ (عقود الجمان، ص ۲۷۳ مکتبۃ الایمان، مدینہ منورہ)

امام ابوحنیفہؒ نے کسی سے بھی بحث و مناظرہ میں امت کے اہل تحقیق کو ایک زرین و مضبوط اصول دیا ہے کہ فریق مخالف اس کو برداشت نہیں کر سکتا پھر اس کو راہ فرار اختیار کئے

بغیر کوئی چارہ نہیں ملتا۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی سے مناظرہ کرنے کا اتفاق ہو جائے تو الٹا اسی سے پوچھنا شروع کر دو تم ہی غالب آ جاؤ گے۔

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے اس اصول کو زندگی بھر آزمایا ہر دفعہ غلبہ و کامیابی نصیب رہی۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ ہم نے بھی اس کو اپنایا الحمد للہ کامیابی ملی۔ *فلله الحمد والمنه*

## اخلاق و عادات

بڑوں کے اخلاق بھی بڑے ہوتے ہیں فیاض ازلی نے ہر وجود کو ایسے ہی پیدا نہیں کیا۔ آسمان بنایا تو اس کو رفعت و بلندی دی، زمین کو بنایا تو اس کو نرمی و سختی دو متضاد صفات سے ایک جان کیا، سخت اتنی کہ بڑے بڑے فلک بوس پہاڑوں کو اپنی پشت پر لے لیا، نرم ایسی کہ ایک بے طاقت چیونٹی نے زمین کے اندر اپنا گھر بنا لیا۔ *فسبحان من خلق السموات والارض ومن فیہا*۔ امام ابوحنیفہ کے اخلاق و اوصاف کے بارے میں خلیفہ ہارون رشید نے امام ابو یوسفؒ سے خواہش ظاہر کی تھی کہ امام ابوحنیفہؒ کے اخلاق و عادات سننا چاہتا ہوں۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا جہاں تک میں جانتا ہوں امام صاحب نہایت با اخلاق و با کردار شخص تھے۔ ہر قسم کی مکروہات سے اجتناب کیا کرتے، اکثر حالت خاموشی کی رہا کرتی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی گہری فکر میں کھوئے ہوئے ہیں۔ جب کوئی بات کرتا جواب دیتے، پھر خاموش ہو جاتے نہایت سخی فیاض قسم کے انسان تھے کسی کے آگے اپنی حاجت نہیں لے جاتے۔ مالداروں سے ملنا پسند نہ کرتے اور خود مال و جاہ کو پسند نہیں کرتے، خلیفہ منصور عباسی نے بارہا عدالت عالیہ کی صدارت پیش کی ہر بار معذرت کر دیتے ایک دفعہ خلیفہ کے اصرار پر کہہ دیا تھا کہ میں اس عہدہ کا اہل نہیں ہوں۔ خلیفہ نے غصہ کی حالت میں کہا آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے نہایت متانت و سنجیدگی سے فرمایا: پھر آپ ہی نے خود فیصلہ کر دیا جھوٹا قاضی نہیں ہو سکتا۔

امام صاحبؒ ہر کسی کی بھی غیبت سے احتراز کیا کرتے تھے جب بھی کسی کے ذکر کی نوبت

آتی بھلائی اور نیکی سے اس کا ذکر کرتے۔ بہت بڑے عالم تھے مال کی طرح علم کے صرف کرنے میں بڑے فیاض تھے۔ مزاج میں تکلف نہ تھا، رفتار و گفتار میں تواضع ہی تواضع تھی۔

ہارون رشید نے یہ تفصیل سن کر کہا صالحین کے یہی اخلاق ہوا کرتے ہیں۔

عام نگاہوں میں یہ اخلاق کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتے لیکن روحانی اقدار کے قدر شناس خوب جانتے ہیں کہ زندگی ظاہر میں جس قدر سادہ و آسان ہے، اسی قدر مشکل اور قابل قدر بھی ہے۔ ہم اسی زندگی کو انسان کی معراج جانتے ہیں۔ یہ دراصل نبیوں کی زندگی ہے جو ظاہر بنی میں تو کوئی شان آن نہیں رکھتی لیکن حقیقت میں انسان و حیوان کے فلسفہ میں سو فیصد امتیاز پیدا کر دیتی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد ”البذاذۃ من الایمان، ان البذاذۃ من الایمان“ (الحديث) (ابوداؤد ۲/۲۱۷ کتاب الترجل) (سادگی اور تواضع ایمان ہے، سادگی اور تواضع ایمان ہے) اسی حقیقت کا اظہار ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کامل الایمان صادق الاسلام انسان تھے یہی عادات و اطوار ان کی حقیقی کرامات بھی ہیں امام صاحب کے اخلاق میں ضبط و تحمل نمایاں وصف تھا مورخین نے سینکڑوں واقعات نقل کئے ہیں۔

## صبر و تحمل

ایک دفعہ درس دے رہے تھے ایک اجنبی آدمی نے مسئلہ پوچھا امام صاحب نے جواب دیا اس نے کہا مگر حسن بصریؒ نے اس کے خلاف کہا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ حسن بصریؒ سے خطا ہوئی۔ مجلس میں ایک شخص جو حسن بصریؒ کا معتقد تھا طیش میں آ گیا جھلا کر کہا (ابن الفاحشۃ) حرام زادے حسن بصریؒ کو خطا کار کہتا ہے اس گستاخی پر مجلس میں انتشار پیدا ہو گیا لوگ مارنے پٹنے کے لیے تیار ہو گئے امام صاحب نے سب کو خاموش کیا پھر اس شخص سے نہایت نرمی سے کہا ہاں حسن بصریؒ سے خطا ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس بارے میں جو روایت کی ہے وہ صحیح ہے۔

ایسے ایک مجلس میں امام صاحب ایک شخص کو جواب دے رہے تھے لیکن وہ ہر جواب پر گستاخانہ اعتراض کر رہا تھا یہاں تک کہ اس نے امام صاحب کو زندیق (بد دین) کہہ دیا۔ امام صاحب نے تحمل سے کہا اللہ تیری مغفرت کرے وہ خوب جانتا ہے کہ میری نسبت جو تم نے کہا صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح ایک اور واقعہ مشہور و معروف ہے کہ امام صاحب کی درسگاہ میں ایک دفعہ بے پناہ ہجوم تھا ہر ذہن و فکر کے انسان جمع تھے ایک شخص نے امام صاحب کے بارے میں نامناسب الفاظ کہے شاگردوں نے روکنا چاہا۔ امام صاحب نے سب کو خاموش کر دیا اور اپنا درس جاری رکھا وہ بے ادب گستاخ برابر کلام کرتا رہا امام صاحب نے اس کی جانب رخ بھی نہیں کیا درس ختم ہونے کے بعد اٹھے اور اپنے گھر چلنے لگے وہ بے ادب بھی آپ کے ساتھ ہو گیا اور اپنی بکو اس جاری رکھی امام اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا عزیزم یہ میرا گھر ہے کچھ باقی رہ گیا ہو تو کہہ لو میں اب اندر جانا چاہتا ہوں۔

(عقود الجمان، ص: ۲۸۷-۲۸۸، ۲۹۱، مکتبۃ الایمان)

خود امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی پر لعنت نہیں کی اور نہ کسی سے انتقام لیا، کسی مسلمان یا کافر کو ایذا نہیں دی نہ کسی سے بد عہدی یا وعدہ خلافی کی ہے ہمیشہ تحمل و ضبط سے کام لیا ہے امام اوزاعیؒ ملک شام کے محدث و فقیہ علم فقہ میں اپنا مستقل مسلک رکھتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں امام ابوحنیفہؒ سے ملاقات ہو گئی۔ امام صاحبؒ سے فرمایا عراق والوں پر تعجب ہے کہ نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے۔ حالانکہ میں نے امام زہریؒ سے انہوں نے سالم بن عبد اللہؒ سے انہوں نے اپنے والد عبد اللہ بن عمرؒ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان دو موقعوں پر رفع یدین کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ نے اس روایت کے مقابلہ میں فرمایا کہ امام حمادؒ، امام ابراہیم نخعیؒ، امام علقمہؒ اور امام اسودؒ نے عبد اللہ بن مسعودؓ کی سند سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان دو موقعوں پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ امام اوزاعیؒ نے کہا سبحان اللہ میں تو امام زہریؒ، سالمؒ

دور اویوں کی روایت سے حدیث بیان کرتا ہوں اور آپ اس کے مقابلے میں حماد، نخعی، علقمہ، اسود چار واسطوں سے روایت بیان کرتے ہیں۔

امام اوزاعی کا مطلب یہ تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ تک صرف دو واسطوں سے حدیث نقل کی ہے اور آپ اپنی حدیث چار واسطوں سے نقل کر رہے ہیں لہذا ترجیح میری نقل کردہ حدیث کو ہونی چاہئے؟ کیونکہ اس میں واسطے کم ہیں۔

امام صاحب نے جواب دیا: راویوں کے کم یا زیادہ ہونے سے حدیث پر کچھ اثر نہیں پڑتا البتہ راویوں کی عدالت و صداقت کا حدیث کی فضیلت پر اثر پڑتا ہے۔

میری روایت کردہ حدیث کے راوی سب کے سب علم و فقہ میں افضل و اعلیٰ ہیں پھر اس کی تفصیل بیان کی کہ امام حماد، امام زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اسی طرح امام ابراہیم نخعی، امام سالم سے افضل ہیں اور امام علقمہ کا حضرت ابن عمر سے علم فقہ میں کم درجہ نہیں اگر حضرت ابن عمر کو صحبت رسول ﷺ حاصل نہ ہوئی ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ امام علقمہ حضرت ابن عمر سے افضل ہیں اور امام اسود کے فضائل کثیر در کثیر ہیں اور وہ سب کو معلوم ہیں۔

علاوہ ازیں امام اوزاعی کی روایت کردہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ کی روایت کردہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں غزوہ احد (۳ھ) میں کم عمری کے باعث شریک ہونے سے روک دئے گئے تھے۔

بخلاف حضرت عبداللہ بن مسعود کے کہ وہ کبار صحابہ میں شریک ہیں۔ سابقین اولین میں شمار کئے جاتے ہیں نماز میں صف اول کے مصلیٰ ہوا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں آپ ﷺ کے حکم سے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن مسعود کے بکثرت فضائل و مناقب کتب حدیث میں موجود ہیں۔ اصول حدیث کے لحاظ سے دونوں حدیثوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ (اگرچہ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت کردہ حدیث، حدیث ہی کا درجہ رکھتی ہے مگر گفتگو ترجیح اور

اولیت میں ہے جس کو امام ابوحنیفہؒ نے اختیار کیا۔)

امام رازیؒ نے اس بحث کو کتاب ”مناقب الشافعیؒ“ میں نقل کیا ہے۔ اور علامہ ابن الہمامؒ نے اس مناظرہ کو کتاب فتح القدر میں ذکر کیا ہے۔ فلیطالعہ من شاء۔

## امام ابوحنیفہؒ کی ذہانت و بیداری

علامہ ذہبیؒ نے کتاب ”عبر فی اخبار من غیر“ (۱/۱۶۴) مکتبہ دارالکتب العلمیہ) میں لکھا ہے کہ ”کان من اذکیاء بنی آدم“ اولاد آدم میں جو لوگ نہایت ذکی گزرے ہیں ان میں امام ابوحنیفہؒ شمار کئے جاتے ہیں۔ مشکل سے مشکل مسئلوں میں ان کا ذہن اس تیزی سے دوڑتا تھا کہ لوگ حیران رہ جاتے۔ ایک شخص کسی بات پر اپنی بیوی سے ناراض ہوا اور قسم کھا کر کہا کہ جب تک تو مجھ سے بات نہ کرے گی میں تجھ سے کبھی بات نہ کروں گا۔ عورت بھی تند مزاج تھی اس نے بھی قسم کھالی اور شوہر کے وہی الفاظ دہرائے جو شوہر نے کہے تھے کہ جب تک تم بات نہ کرو گے میں بھی بات نہ کروں گی۔ غصہ میں دونوں نے قسم کھائی کچھ دیر بعد ہوش آیا دونوں کو سخت افسوس ہوا۔ شوہر امام سفیان ثوریؒ کے پاس گیا اور واقعہ بیان کیا۔ نجات کی صورت کیا ہے؟ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ اگر بات کی تو دونوں کو کفارہ دینا پڑیگا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یہ شخص مایوس ہو کر اٹھا اور امام ابوحنیفہؒ کے پاس آیا اور کہا برائے کرم کوئی تدبیر بتائیں؟ امام صاحبؒ نے فرمایا دونوں بات کر لو کسی پر کفارہ نہیں ہے۔

امام سفیان ثوریؒ کو جب معلوم ہوا تو نہایت برہم ہوئے اور امام ابوحنیفہؒ کے ہاں جا کر فرمایا آپ لوگوں کو غلط مسئلے بتایا کرتے ہیں۔ امام صاحبؒ نے اس شخص کو طلب کیا اور فرمایا تم اپنا واقعہ بیان کرو۔ اس نے دہرا دیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے امام سفیان ثوریؒ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا میں نے جو پہلے جواب دیا تھا اب بھی وہی کہتا ہوں۔ امام سفیان ثوریؒ نے کہا کیوں؟ فرمایا جب عورت نے شوہر کو مخاطب کر کے شوہر کے الفاظ کہے کہ میں بھی تم سے بات نہ کروں گی تو عورت کی طرف سے بولنے کی ابتداء ہو چکی پھر قسم کہاں باقی رہی جو ٹوٹے، امام سفیان ثوریؒ نے کہا

حقیقت میں آپ کو جو بات بروقت یاد آجاتی ہے ہم لوگوں کا وہاں خیال بھی نہیں جاتا۔

## ایک ناکام سازش

خلیفہ منصور عباسی کا ایک درباری ابوالعباس امام ابوحنیفہؒ کا مخالف تھا ہر وقت امام صاحبؒ کو زک دینے کی کوشش کرتا ایک مرتبہ امام صاحبؒ دربار میں موجود تھے ابوالعباس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ امام صاحبؒ کی طرف مخاطب ہو کر کہا ابوحنیفہؒ امیر المؤمنین کبھی کبھی ہم لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ فلاں فلاں کی گردن اڑادو۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ شخص واقعی مجرم ہے یا نہیں ایسی صورت میں ہم کو حکم کی تعمیل کرنی چاہئے یا انکار کرنا چاہئے؟ امام صاحبؒ نے نہایت سنجیدگی سے پوچھا ابوالعباس! تمہارے نزدیک خلیفہ کے احکام حق ہوتے ہیں یا باطل؟ خلیفہ منصور کے سامنے کس کی مجال تھی کہ احکام خلیفہ کی نسبت ناجائز ہونے احتمال ظاہر کرے۔ ابوالعباس کو مجبوراً کہنا پڑا نہیں نہیں حق اور درست ہوتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا پھر تو حق کی تعمیل کرنی چاہئے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟

دربار سے باہر ہونے کے بعد ابوالعباس نے امام صاحبؒ سے کہا ابوحنیفہؒ! آج تو تم نے ہلاک کر دیا تھا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا میں نے اپنا دفاع کیا ہے ہلاک تم خود ہو رہے تھے۔

## ظریفانہ لطیفہ

امام صاحبؒ کے محلہ میں ایک دو فروش رہا کرتا تھا۔ مذہباً وہ غالی شیعہ تھا۔ امام صاحبؒ سے اس کو خواہ مخواہ بغض و عناد تھا اس کے پاس دو خچر تھے ایک کا نام اس نے ابو بکر اور دوسرے کا نام عمر رکھا تھا۔ حسن اتفاق سے ایک دن ایک خچر نے اس کو الٹی لات مار دی جس سے اس کا سر پھٹا اور وہ اسی وقت دم توڑ دیا۔ محلہ میں اس کا چرچا ہوا۔ امام صاحبؒ نے جب یہ سنا تو فرمایا دیکھنا اسی خچر نے مارا ہوگا جس کا نام اس نے عمر رکھا تھا۔ لوگوں نے تحقیق کی تو واقعہ ایسا ہی تھا۔ فی النار والسقر

## عجیب و غریب مناظرہ

قاضی ابن ابی لیلیٰ جو خلیفہ منصور عباسی کے دور حکومت میں عدالت عالیہ کے صدر

قاضی تھے امام ابوحنیفہؒ کے ہم زمانہ اور ہم عمر تھے لیکن قاضی صاحب امام ابوحنیفہؒ سے کچھ زیادہ مناسبت نہیں رکھتے تھے، بعض اوقات امام ابوحنیفہؒ پر سخت اعتراض بھی کر دیا کرتے تھے۔ ابوحنیفہؒ اگرچہ جواب دیا کرتے تاہم نہایت متانت و سنجیدگی سے کلام کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ خلیفہ منصور عباسی کے دربار میں تھے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ بھی آگئے۔

اس زمانے میں یہ عام رواج تھا کہ اہل علم جب جمع ہو جاتے تو کوئی نہ کوئی بحث کا آغاز ہو جاتا اور یہ ملاقات علمی مجلس کی شکل اختیار کر لیتی، چنانچہ دربار میں یہ مسئلہ آ گیا کہ اگر سوداگر اپنے مال کے متعلق خریدار سے یہ کہدے کہ جس سودے کو آپ خرید رہے ہیں اس کے عیب و نقص سے میں بری ہوں اس کے باوجود اگر آپ خریدنا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے۔ بیع واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا کیا ایسا معاملہ کرنا درست ہے؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا سوداگر کے اس اعلان کے بعد سوداگر بری الذمہ ہو جائے گا۔ سودا واپس لینے کا ذمہ دار نہیں۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے بھی اس مسئلہ سے اتفاق کیا البتہ ایک شرط یہ بیان کی کہ سوداگر کو فروخت کرتے وقت مال کے اس عیب پر ہاتھ رکھ کر یہ بیان کرنا ضروری ہے ورنہ ایسے زبانی طور پر لفظی برأت کافی نہیں۔ پھر اس پر طویل بحث کی اور اپنے اصرار کو مضبوط کیا کہ اپنے مال کے عیب کو واضح طور پر ظاہر کرنا چاہئے اور اس کی صورت یہی ہے کہ عیب پر ہاتھ رکھ کر بتایا جائے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے قول کو دلائل سے مضبوط کیا۔ لیکن قاضی ابن ابی لیلیٰ اپنے موقف سے نہیں ہٹے۔ اس پر امام ابوحنیفہؒ نے نہایت تحمل و ضبط سے سوال کیا۔ ابن ابی لیلیٰ! آپ سے ایک سوال ہے وہ یہ کہ کسی شریف عورت کا ایک غلام ہے جس کو وہ فروخت کرنا چاہتی ہے لیکن غلام میں یہ عیب ہے کہ اس کی ناف کے نیچے حصہ پر برص کا مرض ہے تو کیا آپ اس شریف عورت کو حکم دیں گے کہ اس عیب پر ہاتھ رکھ کر خریدار کو مطلع کرے؟ قاضی ابن ابی لیلیٰ چند سکینڈ سکتے میں آگئے پھر اپنی عزت و وقار کو دربار میں بچانے کے لئے ہاں کہہ دیا۔ اس پر دربار کے سارے حاضرین کی نگاہیں نیچی ہو گئی اور قاضی ابن ابی لیلیٰ کا جواب سب کو ناگوار گزرا۔ مزید یہ بھی لکھا ہے کہ خلیفہ منصور عباسی بھی قاضی صاحب پر سخت برہم ہوا۔ (الموفق، ج: ۱، ص: ۱۶۷ مکتبہ اسلامیہ)



وہ اصحاب رسول ﷺ جن سے امام ابوحنیفہؒ نے ملاقات کی  
اور احادیث نقل کیں۔

جامع المسانید کے مرتب امام الخوارزمیؒ لکھتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے تابعی ہونے میں کسی محدث و فقیہہ کا اختلاف نہیں البتہ کتنے اصحاب  
رسول ﷺ کو دیکھا ہے اس میں بعض نے اختلاف کیا ہے۔ لیکن امام الخوارزمیؒ المتوفی  
۶۶۵ھ نے تعداد بھی ثابت کی ہے لکھتے ہیں کہ جن اصحاب رسول ﷺ سے امام ابوحنیفہؒ کی  
ملاقات ہوئی ہے ان کی تعداد (۶) چھ مرد صحابی اور ایک خاتون صحابیہ ہے دوسرا قول سات  
مرد صحابی اور ایک خاتون صحابیہ کا ہے۔

علامہ ابن سعدؒ جو اسلامی تاریخ کے مستند مؤرخ ہیں جن کی تحقیق پر ائمہ و محدثین کا  
اتفاق ہے لکھتے ہیں کہ

”امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ صحابی رسول ﷺ کو دیکھا ہے اس روایت  
کی سند پر کوئی اعتراض نہیں اس لئے ان کو طبقہ تابعین میں شمار کیا گیا۔“  
علامہ ابن حجر مکیؒ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے جن آٹھ اصحاب  
رسول کو پایا ہے وہ یہ حضرات ہیں۔

(۱) حضرت انس بن مالکؓ (۲) عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ (۳) سہل بن سعدؓ (۴)  
ابو الطفیل عامرؓ (۵) حضرت عبداللہ بن انیسؓ (۶) حضرت واثلہ بن الاسقعؓ (۷) عبداللہ  
بن الحارثؓ (۹۹ھ) (۸) سیدہ عائشہ بنت عجرہؓ۔

امام ابوحنیفہؒ کا اصحاب رسول ﷺ سے نقل حدیث

(۱) ابویوسف عن ابی حنیفہؒ انه قال سمعت انس بن مالکؓ يقول  
سمعت رسول الله ﷺ يقول طلب العلم فريضة على كل مسلم۔  
(۲) عن ابی داؤد الطيالسی عن ابی حنیفہ انه قال ولدت سنة  
ثمانین و قدم عبدالله بن انیسؓ الكوفة سنة اربع و تسعين

وسمعت منه وانا ابن اربع عشرة سنة سمعته يقول قال رسول الله ﷺ حبك للشىء يعمى ويصم -

(۳) يحيى بن معين عن ابى حنيفة عن عائشة بن عجرة قالت قال

رسول الله ﷺ اكثر جند الله فى الارض الجراد لا آكله ولا احرمه -

(۴) ابويوسف عن ابى حنيفة قال ولدت سنة ثمانين ، وحججت

مع ابى سنة ستة وتسعين وانا ابن ستة عشر سنة فلما دخلت

المسجد الحرام رأيت حلقة عظيمة قلت لابى حلقة من هذا؟

قال حلقة عبدالله بن جزء الزيدى صاحب رسول الله ﷺ

فتقدمت فسمعته يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول ومن

تفقه فى دين الله كفاه الله همه ورزقه من حيث لا يحتسبه -

(۵) ابويوسف عن ابى حنيفة عن انس بن مالك عن النبى ﷺ

قال الدال على الخير كفاعله والله يحب اغائة اللهفان -

(۶) عن ابى سعيد عن ابى حنيفة انه قال سمعت واثلة بن

الاسقع يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول لا تظهرن

شماتة لاختيك فيعافيه الله ويبتليك -

نوٹ :

اس قسم کی ساری احادیث میں صرف ایک واسطہ صحابی رسول ﷺ کا ہے ایسی حدیث

کو احادیث رسول ﷺ کا سب سے بڑا درجہ کہا جاتا ہے -

امام ابوحنیفہ کا تابعین کرام سے نقل حدیث

(۱) ابو حنيفة عن عطاء بن ابى رباح عن ابى هريرة عن النبى ﷺ انه

قال من سئل عن علم فكتمه الجحيم يوم القيامة بلجام من نار -

(۲) ابو حنيفة عن عطاء بن ابى رباح عن جابر بن عبدالله قال قال

- رسول اللہ ﷺ کل معروف فعلته الی غنی اوفقییر صدقة -
- (۳) ابو حنیفة عن عطاء بن ابی رباح عن عبد اللہ بن عمر رضی قال الامر بالمعروف والنہی عن المنکر فریضة ، قلت فمن ترکہ کفر؟ قال لا -
- (۴) ابو حنیفة عن عطاء بن ابی رباح عن ابی ہریرہ رضی عن النبی ﷺ انه قال زر غباً تزدد حباً -
- (۵) ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمر رضی قال قال رسول اللہ ﷺ من اعتذر الیہ اخوہ المسلم فلم یقبل عذرہ فوزرہ کوزر صاحب مکس (ای عشرہ)
- (۶) ابو حنیفة عن عبد الکریم بن معقل عن عبد اللہ بن مسعود رضی ان النبی ﷺ قال الندم توبة - (جامع المسانید، ج: ۱، ص: ۸۷-۹۸)

نوٹ :

مذکورہ احادیث کی پوری سندیں کتاب جامع المسانید میں دیکھی جائیں۔

## امام ابو حنیفہ کا تتبع تابعین سے نقل حدیث

- (۱) ابو حنیفة عن محمد بن الزبیر عن الحسن عن عمران بن الحسین رضی قال قال رسول اللہ ﷺ من نذر ان یطیع لله فلیطعه ومن نذر ان یعصیه فلا یعصیه ولا نذر -
- (۲) ابو حنیفة عن محمد بن الزبیر الحنظلی عن الحسن عن عمران بن الحسین رضی قال قال رسول اللہ ﷺ لانذر فی معصیة الله وکفارتہ کفارة یمین -
- (۳) ابو حنیفة عن موسیٰ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ ﷺ قال من کان له امام فقراءة الامام له قراءة -
- (۴) ابو حنیفة عن علی بن الاقمر عن مسروق عن عائشة رضی قالت قال

النبي ﷺ اذا اراد احدكم ان يضع خشبة في حائطه فلا يمنعه -

(۵) ابو حنيفة عن سماك بن حرب عن ابي صالح (ذكوان) عن ام هاني رضي قالت قلت يا رسول الله ﷺ ما كان المنكر الذي كانوا ياتون في ناديههم؟ قال كانوا يخذفون ويسخرون من اهل الطريق -

(۶) ابو حنيفة عن الشعبي عن مسروق عن عائشة رضي ان رسول الله ﷺ توضع

ذات يوم فجاءت الهرة فشربت من الاناء فتوضا رسول الله ﷺ منه -

(۷) ابو حنيفة عن عبد الملك عن قزعة عن ابي سعيد الخدري رضي قال قال

رسول الله ﷺ لا صلوة بعد الغداة حتى تطلع الشمس ولا بعد العصر

حتى تغيب الشمس ولا يصام هاذان اليومان الاضحى والفطر -

(۸) ابو حنيفة عن عبد الملك عن ربعي عن حذيفة بن اليمان رضي قال قال

رسول الله ﷺ اقتدوا بالذين من بعدي ابي بكر رضي وعمر رضي واهتدوا

بهدي عمار، تمسكوا بعهد ابن ام معبد رضي (عبد الله بن مسعود رضي)

(۹) ابو حنيفة عن ابي اسحاق عن عاصم بن ضمرة عن علي كرم الله

وجهه انه كان في بيت رسول الله ﷺ ستر فيه تماثيل فابطاء

جبرئيل عليه السلام ثم اتاه فقال ما ابطاك عني؟ قال انا لاندخل بيتاً فيه

كلب ولا تماثيل فابسط الستر ولا تعلقه واقطع واخرج هذا الجرو -

### امام ابو حنيفة کا

## اصحاب رسول ﷺ سے نقل کردہ احادیث کا اردو ترجمہ

(۱) امام ابو یوسف حضرت امام ابو حنیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب نے فرمایا

میں نے حضرت انس بن مالک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(۲) امام ابو داؤد طیالسی کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ کو یہ کہتے سنا: میں ۸۰ھ میں

پیدا ہوا اور حضرت عبداللہ بن انیس صحابی رسول ﷺ (المتوفی ۹۳ھ) شہر کوفہ

تشریف لائے۔ میری عمر اس وقت چودہ سال تھی میں نے آپ کو یہ حدیث بیان

کرتے سنا کہ چیز کی (بے جا) محبت اندھا و بہرہ کر دیتی ہے۔

(۳) امام یحییٰ بن معینؒ امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے سیدہ عائشہ بنت عجرہؓ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کی مخلوقات میں زمین پر ٹڈی دل کی تعداد بہت بڑی ہے میں نہ اس کو کھانا پسند کرتا ہوں اور نہ اس کو حرام قرار دیتا ہوں۔ (یعنی اس کا کھانا جائز ہے)

(۴) امام ابو یوسفؒ امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں امام صاحب نے فرمایا: میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور اپنے والد کے ساتھ ۹۶ھ میں حج کیا جب کہ میری عمر سولہ سال تھی۔ جب میں بیت اللہ شریف میں داخل ہوا تو ایک بڑا علمی حلقہ دیکھا میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ علمی حلقہ کس کا ہے؟ میرے والد نے فرمایا یہ عبد اللہ بن جزء زبیدیؒ صحابی رسول ﷺ کی مجلس ہے اس پر میں آگے بڑھا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا جو شخص اللہ کے دین کا علم حاصل کرتا ہے اللہ اس کی ہر ضرورت کا کفیل ہو جاتا ہے اور اس کو ایسے ذرائع سے رزق دیتا ہے جس کا وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔

(۵) امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا کہ انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیک عمل کی نشاندہی کرنا نیکی کرنے والے کے برابر ہے اور اللہ غمگین کی فریاد کو پسند کرتے ہیں۔

(۶) ابوسعید امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے حضرت واثلہ بن الاسقعؓ صحابی رسول ﷺ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے مسلمان بھائی کو تہمت نہ لگاؤ (کہیں ایسا نہ ہو جائے) اللہ اس کو محفوظ کر دے اور تم کو اس مرض میں مبتلا کر دے۔

### امام ابوحنیفہؒ کا

تابعین کرام سے نقل کردہ احادیث کا اردو ترجمہ

(۱) امام ابوحنیفہؒ نے عطاء بن ابی رباحؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے

نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص سے کوئی حق بات پوچھی گئی اور اس نے اس کا اظہار نہ کیا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام لگائی جائے گی۔

(۲) امام ابوحنیفہؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ

حضرت جابر بن عبداللہؓ نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا: آپ نے ارشاد فرمایا: ہر نیکی (خواہ چھوٹی ہو یا بڑی) کسی بھی غریب یا امیر کے ساتھ کی جائے وہ صدقہ (بڑی نیکی) ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے

فرماتے ہیں کہ: نیکی کی دعوت دینا اور برائی کو روکنا اہم فریضہ ہے۔ میں نے پوچھا کوئی اس عمل کو ترک کر دے تو کیا کافر ہوگا؟ فرمایا نہیں۔

(۴) ابوحنیفہؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ سے اور وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک دن آڑ (وقفہ وقفہ سے) ملاقات کر لیا کرو اخلاص و محبت میں اضافہ ہوگا۔

(۵) ابوحنیفہؒ نافعؓ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے اپنی کسی خطا پر اخلاص کے ساتھ معافی چاہ لے۔ لیکن اس شخص نے اس کو معاف نہ کیا تو یہ ایسا بڑا گناہ ہے جیسے ظلماً ٹیکس لینے والے ظالم کا ہوا کرتا ہے۔

(۶) ابوحنیفہؒ نے عبدالکریم بن معقلؒ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کرتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سچی ندامت (شرمندگی) کا نام توبہ ہے۔

### ضروری نوٹ :

مذکورہ احادیث صحیحہ کی پوری سندیں کتاب جامع المسانید، ج: ۱، ص: ۸۷-۹۸ پر

مطالعہ کی جائیں۔

### امام ابوحنیفہؒ کا

### تابع تابعین سے نقل کردہ احادیث کا اردو ترجمہ

(۱) ابوحنیفہؒ محمد بن الزبیرؒ سے اور وہ حسن بصریؒ سے اور وہ عمران بن الحصینؒ سے نقل

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ سے نذر مانگی کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا اس کو اطاعت کرنی چاہئے۔ اور جس نے گناہ کرنے کی نذر مانی اس کو گناہ نہ کرنا چاہئے۔ (بلکہ قسم توڑ کر کفارہ دینا چاہئے)

(۲) ابوحنیفہؒ محمد بن الزبیر سے اور وہ حسن بصریؒ سے اور وہ عمران بن الحصینؒ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر جائز نہیں (اس کو توڑ دینا چاہئے) اور اس نذر کا کفارہ قسم توڑنے کا کفارہ ہے۔

(۳) ابوحنیفہؒ موسیٰ بن ابی عائشہؒ سے اور وہ عبداللہ بن شدادؒ سے اور وہ جابر بن عبداللہؒ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو (یعنی مقتدی ہو) تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت شمار ہوگی (مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت نہ کرنی چاہئے بلکہ خاموش کھڑا رہنا چاہئے۔)

(تفصیلی روایات کے لئے دیکھئے شرح مسند ابی حنیفہؒ ج: ۱، ملا علی قاریؒ، ذکر اسناد

موسیٰ بن ابی عائشہؒ، ص: ۳۰۷)

(۴) ابوحنیفہؒ علی بن الاقرؒ سے اور وہ مسروق سے اور وہ عائشہ صدیقہؒ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارا پڑوسی تمہاری دیوار پر اپنی لکڑی رکھنا چاہتا ہو تو اس کو منع نہ کرو (کیونکہ پڑوسی کے بہت سارے حق ہوا کرتے ہیں۔)

(۵) ابوحنیفہؒ سماک بن حربؒ سے اور وہ ابوصالح ذکوانؒ سے اور وہ ام ہانیؒ سے نقل کرتے

ہیں، ام ہانیؒ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا (قوم لوط کا وہ کونسا عمل (گناہ) تھا جو اپنی مجلسوں میں علی الاعلان کیا کرتے تھے؟ آپ نے

ارشاد فرمایا: وہ لوگ عام راستوں پر اپنی مجلس بنا کر بیٹھ جاتے اور آنے جانے والوں اور نئے مسافروں پر کنکر پتھر مارا کرتے تھے اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے (اس کے

علاوہ اور بھی گناہ کرتے جس کا ذکر سورہ عنکبوت، آیت ۲۹ میں بیان کیا گیا ہے۔)

(۶) ابوحنیفہؒ امام شعبیؒ سے اور وہ مسروق سے اور وہ عائشہ صدیقہؒ سے بیان کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ کسی برتن سے وضو کر رہے تھے کہ ایک بلی آئی جس نے برتن میں منہ

ڈال کر پانی پی لیا۔ آپ نے اسی بقیہ پانی سے وضو کر لیا۔ (یعنی بلی کا جھوٹا پانی

ناپاک نہیں ہوتا)

(۷) ابوحنیفہؒ عبد الملکؒ سے اور وہ قزحہؒ سے اور وہ ابو سعید الخدریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز درست نہیں جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز درست نہیں جب تک کہ سورج غروب نہ ہو جائے۔ اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ نہ رکھا جائے۔

(۸) ابوحنیفہؒ عبد الملکؒ سے اور وہ ربیعؒ سے اور وہ حضرت حذیفہ بن الیمانؒ سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت حذیفہؒ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے بعد ابو بکرؓ و عمرؓ کی تقلید کرو اور عمار بن یاسرؓ کی راہ اختیار کرو اور عبد اللہ بن مسعودؓ کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔

(۹) ابوحنیفہؒ ابو اسحاقؒ سے اور وہ عاصم بن ضمیرہؒ سے اور وہ حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے حجرہ شریفہ پر ایک پردہ تھا جس پر چند تصاویر تھیں۔ جبریل امین اپنے وقت مقررہ سے کچھ تاخیر کر کے تشریف لائے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل آپ نے کیوں تاخیر کی؟ فرمایا ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور تصاویر ہوں۔ (آپ ﷺ نے فرمایا) پردہ زمین پر بچھا دو اس کو لٹکاؤ نہیں تصویر کاٹ دو اور اس کتے کو نکال باہر کرو۔

(جروکتے کے چھوٹے بچے کو کہا جاتا ہے معلوم نہیں بیت رسول ﷺ میں کس طرح داخل ہو گیا تھا۔)

## سفر آخرت

امام ابوحنیفہؒ کو اپنی زندگی میں جہاں بے شمار مصائب و مشکلات سے سابقہ پڑا، ان میں ایک بہت بڑی آزمائش یہ بھی تھی جس کو امام صاحب کے صبر و استقامت نے شکست دیدی وہ اپنے عہد کے ظالم و نفس پرست حکمرانوں کے خلاف آخری عمر تک جہاد کرتے رہے ہیں۔ ملک پر جو بھی حکمران مسلط ہوتا وہ امام ابوحنیفہؒ کو اپنا ہمنوا بنانے کی فکر کرتا اور ان کو اپنی حکومت کی ذمہ داریاں سونپنے کی کوشش کرتا لیکن امام ابوحنیفہؒ نے ایک دن کے



لئے بھی حکومت کی کوئی ذمہ داری نہ لی، امام ابوحنیفہؒ نے اسلامی دور کی دو بڑی حکومتوں کو پایا ہے۔ خلافت بنو امیہ کا آخری دور جس میں ظالم و سفاک قسم کے حکمراں بھی تھے اور نیک و عدل پسند خلفاء بھی۔

دوسری حکومت بنو عباس کی تھی جو بنو امیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد الحمار المتوفی ۱۳۲ھ کے بعد وجود میں آئی۔ عباسی خلیفہ سفاح المتوفی ۱۳۶ھ کے بعد ابو جعفر منصور المتوفی ۱۵۸ھ کا عہد شروع ہوا یہ حکمراں اگرچہ عالم و فاضل تھا، علم و اہل علم کا قدر دان تھا لیکن اپنی اور اپنے ملک کی خلافت کا دلدادہ، حریص و طماع قسم کا انسان تھا اس کا خیال تھا کہ حکومت کے اقتدار کو اپنے لئے مضبوط اور پائیدار کرنے کے لئے امام ابوحنیفہؒ کی تائید و نصرت ضروری ہے۔ اس کے لئے وہ سابقہ خلفاء بنو امیہ کی تقلید میں امام ابوحنیفہؒ کو حکومت میں شریک کرنے اور ان کو ساتھ لینے کی فکر میں پڑ گیا ہزار ہا حیلے حوالوں کے ذریعہ ملک کی عدالت کا اعلیٰ ترین سربراہ (قاضی القضاة) کا عہدہ پیش کیا لیکن امام ابوحنیفہؒ نے جو رویہ خلفاء بنو امیہ کے ساتھ اختیار کیا تھا وہی معاملہ ابو جعفر منصور کے ساتھ رکھا اور حکومتی معاملات میں کسی بھی قسم کی شراکت قبول نہ کی۔ آخر کار سابقہ آزمائش سے پھر دو چار ہو گئے۔ جو خلفاء بنو امیہ نے آپ کے ساتھ اختیار کر رکھی تھیں، امام ابوحنیفہؒ کا یہ دور نہایت صبر آزما، سنگین قسم کا تھا۔ خلفاء بنو امیہ تو تھک ہار کر رخصت ہو گئے لیکن خلفاء بنو عباس تازہ دم امام ابوحنیفہؒ کے پیچھے پڑ گئے۔

امام ابوحنیفہؒ اگرچہ عدالت عالیہ کے منصب اور حکومت کے اس جاہ و جلال والے عہدے سے بخوبی واقف تھے لیکن حکمرانوں کی نیت اور ان کے اغراض و مقاصد سے بھی واقف تھے۔ یہ لوگ اپنے اقتدار کو مضبوط و مستحکم کرنے کی فکر میں ہر وہ حربہ اختیار کرتے جس کی انہیں ضرورت پڑتی خاص طور پر عوام کی تائید و تقویت لینے کیلئے ان اہل علم حضرات کا تعاون ضروری خیال کرتے جن کی حکومت عوام کے قلوب پر ہوا کرتی ہے جب کہ عوام حکمرانوں کے آگے صرف اپنا سر جھکا کرتے ہیں۔

عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے بھی سابقہ حکمرانوں کی طرح امام ابوحنیفہؒ کو اپنے مقاصد فاسدہ اور عزائم قبیحہ کا آلہ کار بنانا چاہا، جس کو امام ابوحنیفہؒ کی ایمانی فراست اپنی ظاہری و باطنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی بھلا وہ ایسے مکر و فریب میں کیونکر آسکتے تھے۔

خطیب بغدادی تھے ہیں۔

خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام ابو حنیفہؒ کو عدالت کے قاضی القضاة (چیف جسٹس) کا عہدہ قبول کرنے کی دعوت دی مگر وہ کسی طرح نہ مانے اس پر اس نے امام صاحب کو جیل میں ڈال دیا۔ اور اس پر ہی بس نہیں کیا بلکہ ہر روز بیس کوڑوں کی سزا بھی مقرر کر دی۔

(تاریخ بغداد، ج: ۱۳، ص: ۳۲۸-۳۲۹ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

امام موفق الدینؒ لکھتے ہیں کہ ابو جعفر منصورؒ کے یہ بیس کوڑے ننگے بدن پر برسائے جاتے تھے ضرب کی شدت سے کمر کا خون پیر کی ایڑیوں تک آجاتا۔

(مناقب صدر الائمہ، ج: ۱، ص: ۲۱۵)

امام احمد بن حنبلؒ المتوفی ۲۴۱ھ اپنی حیات میں امام ابو حنیفہؒ کی اس آزمائش کو یاد کر کے آنسو بہاتے تھے اور ان کے حق میں دعائے رحمت و مغفرت کیا کرتے۔

(الخیرات الحسان، ص: ۸۸ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

خلیفہ ابو جعفر منصورؒ کی یہ سزا چار سال تک جاری رہی جب اس نے دیکھا کہ ابو حنیفہؒ کسی طرح بھی حکومت کا ساتھ دینا نہیں چاہتے تو امام صاحب کو جیل میں ہی زہر دیدیا گیا۔  
انا لله وانا الیہ راجعون۔

خطیب بغدادیؒ کے الفاظ ہیں ”ثم سقاہ سماء فمات“

(تاریخ بغداد، ج: ۱۳، ص: ۳۳۱ مکتبہ دارالکتب العلمیہ)

امام موصوف نے جب زہر کا اثر محسوس کیا تو سجدے میں گر پڑے اسی حالت میں روح نے کوچ کیا۔ سن ۱۵۰ھ کا تھا مہینے کے بارے میں دو قول ہیں۔ ماہ رجب، ماہ شعبان۔  
رحم الله عبداً كان صديقاً شهيداً سقاہ الله من انهار الجنان۔

خادم الكتاب والسنة

محمد عبدالرحمن (مقیم حال جدہ)

۶ محرم ۱۴۳۰ھ

# ایمان و حقیقت

حیات اور کارنامے

ولادت ۸۰ھ - وفات ۱۵۰ھ



تالیف

حضرت مولانا محمد عبد الرحمن صاحب مظاہری

استاذ حدیث و تفسیر بانی مجلس علمیہ حیدرآباد انڈیا

خلیفہ مجاز محی السنہ الشاہ

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب

ناشر

ادارہ اسلامیات

کراچہ - لاہور